رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

قُل اِنَّ الفَضلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤتِیہِ مَن یَّشَاءُ ط وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیمٌ

ظلمتیں کافور ہو جائینگی اک دن دیکھنا۔ (عَسٰی اَن یَّبعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحمُودًا) میں بھی اک نورانی چہرہ کے پرستاروں میں ہوں۔

الفضل

خدا تعالیٰ نے اسبات کے ثابت کرنیکے لئے کہ میں اسکی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے ہیں۔ کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جاویں۔ تو انکی بھی ان سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے۔۔۔۔ لیکن پھر بھی۔۔۔ لوگ نہیں مانتے۔ چشمہ معرفت صفحہ ۳۱۷

مضامین بنام ایڈیٹر

اور

باقی تمام خط و کتابت منیجر الفضل قادیان۔ دارالامان ضلع گورداسپور کے پتہ پر ہو۔

چندہ غیر ممالک سے سات روپے (۷)

مقامی خریداران سے ساڑھے چار روپے

آخری زمانہ میں ایک رسول کا مبعوث ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ اور وہی مسیح موعود ہے۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۵)

جلد ۲ | مورخہ ۱۰۔ دسمبر ۱۹۱۴ء مطابق ۲۱۔ محرم الحرام سنہ ۱۳۳۳ ہجری | نمبر ۶۷

مدینۃ المسیح

حضرۃ خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ خدا کے فضل سے بخیریت ہیں۔ اہل بیت نبوی میں بہمہ وجوہ خیریت ہے۔

مدرسہ احمدیہ اور ہائی سکول میں طلباء کی پڑھائی اور جسمانی صحت کی طرف خاص توجہ کی جا رہی ہے۔

ہائی سکول کے ہال پر چھت پڑ رہی ہے۔ اور منارۃ المسیح قریباً ۲۰ فٹ بن چکا ہے۔

انتظام جلسہ میں قبلہ میر ناصر نواب صاحب اور ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب بہت کوشش اور تندہی سے مصروف ہیں۔

اخبار کو موجودہ حالت سے اعلیٰ پیمانہ پر عنقریب شائع کیا جائیگا۔ کیا ناظرین اخبار نے بھی اخبار کے اعلیٰ بنانے میں کچھ مدد فرمائی ہے؟ میں اس جواب کا منتظر ہوں۔

تازہ خبریں

لوڈز کے علاقہ میں خونریز جنگ۔ پیٹروگراڈ ۴۔ دسمبر۔ سرکاری اعلان سے پایا جاتا ہے۔ کہ لوڈز کے محاذ پر اور موضعاً علاقہ لوڈز (پولینڈ) میں اور ان سڑکوں پر جو مغربی پیوٹرکو کی طرف جاتی ہیں۔ خونریز لڑائی ہو رہی ہے جمعہ کی شب کو ہمارے مسلح موٹروں کی نیزواسک کی سڑک پر تاریکی میں ایک فوجی دستہ کی مڈبھیڑ ہوئی۔ اور اسے معمولی اور گلدار توپوں کی مدد سے سخت نقصان کے ساتھ منتشر کر دیا۔

آسٹریا اور جرمنی کے قیدی۔ لنڈن ۵ دسمبر۔ گیسٹ (صعس) کا قلعہ آسٹری اور جرمن قیدیوں سے پٹا پڑا ہے۔ ابتدائے جنگ سے اب تک ایک لاکھ ۳۰ ہزار سپاہی اور ۲ ہزار افسر گرفتار ہو کر یہاں سے گذرے ہیں۔

جنگ کی خبر براہ دہلی۔ دہلی ۶۔ دسمبر۔ مارننگ پوسٹ کا نامہ نگار رقمطراز ہے۔ کہ پولینڈ کی حال کی لڑائی سابقہ معرکوں سے نہایت شدید تھی۔ اندازہ کیا گیا ہے۔ کہ جرمنی کی دو ثلث فوج ضائع ہو چکی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ روس کا ایک جیش دیر سے پہنچا۔ ورنہ گذشتہ ہفتہ میں روسیوں کو کامل فتح حاصل ہوتی۔

جرمنی کی سیاسی چال۔ وزیر اعظم جرمنی روم میں جرمن سفیر مقرر ہوا ہے۔ اس کی بیوی ایک سربرآوردہ اطالوی خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ اور خیال ہے۔ کہ پرنس کا تقرر صرف اس بنا پر عمل میں آیا ہے۔ کہ جرمنی اٹلی کو اختلاف ثلثہ کی سلطنتوں کے ساتھ شامل ہونے سے روکنے کے لئے اپنا پورا زور خرچ کرنا چاہتا ہے۔

سرویا کی مجلس وزراء مستعفی ہو گئی۔ نش ۵۔ دسمبر۔ سرویا کی مجلس وزراء نے استعفاء دیدیا ہے مسٹر پاسکس جدید وزارت مرتب کریں گے۔

(با ہتمام شیخ عبدالرحمٰن صاحب پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپکر شائع ہوا)

جنگ یوروپ

پیٹروگراڈ میں یہ خبر ملی ہے۔ کہ لوڈز کی لڑائی کا خاتمہ روسی فتح پر ہوا۔

لنڈن ۵۔ دسمبر۔ پیٹروگراڈ سے سرکاری اعلان ہوا ہے۔ کہ بروز جمعرات گلوتو کونز اور اس سڑک پر جو لوڈز اور پوٹرکو کی طرف بڑی شدید لڑائی ہوئی۔

پیرس کی خبر ہے۔ کہ دائیں پر الفترک کے گردونواح میں ہم نے پیش قدمی کی۔ جو خبریں موصول ہوئی ہیں۔ ان سے پایا جاتا ہے۔ کہ ہم نے صرف شمالی علاقہ میں ۱۹۹ جرمن اسیر کئے۔

لنڈن ۵۔ دسمبر۔ پیرس کی اطلاع ہے۔ لائن کے شمال کی طرف ہم نے معقول ترقی کی۔ ہماری پیادہ فوج نے ایک ہی حملہ میں دو خندقوں کی دو قطاروں ......

ہم نے قبری کا گو فتح کیا۔ جو نہر کے دائیں کنارہ واقعہ ہے۔ جو ڈکسموڈ اور یپریس کے عین مابین واقعہ ہے اس گو کی تسخیر کے لئے تقریباً ایک ماہ تک لڑائی ہوتی رہی دشمن نے ہمیں شدید گولہ باری سے مفتوح مقام کو خالی کرنے کے لئے بے فائدہ مجبور کیا۔

آراس اور چمن کے علاقوں میں گولہ باری جاری ہے۔

ویکنز پر سخت گولہ باری ہوئی۔ ارگون میں شدید لڑائی جاری ہے۔ ہم خندقوں پر قابض ہوئے۔ اور تمام حملوں کو پسپا کیا۔

لنڈن ۴۔ دسمبر۔ آرمی بالٹن رقمطراز ہے۔ کہ تین ہفتہ تک ۱۲ جرمن آرمی کور نے چار کو بری ڈویژن قیصر کے حکم سے کیلیے پر پہنچنے کے لئے پے در پے حملے کئے۔ ایک انچ زمین بھی ہمارے قبضہ سے نہیں نکلی۔ ہم اپنی جگہ پر قائم ہے۔

پیرس کی لڑائی میں ۱۲۰۰ جرمن کام آئے۔ ہمیں غیر جانبداری کی حالت میں بھی چوکس مستعد اور مسلح رہنا چاہیئے۔ اور کسی موقعہ کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ تایخ

یہ سبق دیتی ہے۔ اور موجودہ واقعات ہمیں یہ سکھاتے ہیں کہ اگر حق تلف ہونے لگے۔ تو طاقت ور ہی لوگوں کے امن اور سلامتی کے ذمہ دار ہو سکتے ہیں۔

پریمیئر نے پارلیمنٹ کی موجودہ حالات اور ملک کی مستقبل حالت کی حفاظت کے لئے گورنمنٹ کی مدد کرنی چاہیئے۔

قفقاز (روس) میں جنگ۔ پیٹروگراڈ ۶۔ دسمبر قفقاز (کوہ قاف) کے علاقہ میں روسیوں نے سرایے اور کشکال پر قبضہ کر لیا ہے۔ ترک مقابلہ کرنے کے بعد وان کی سمت میں بھاگ رہے ہیں۔ اور اکثر قیدی اور زخمی پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔

ٹرکی و یونان کے تعلقات۔ ایتھنز ۶۔ دسمبر موسیو وینی زیلوس نے ٹرکی سفیر کو مطلع کیا ہے۔ کہ اگر ٹرکی میں سکونت رکھنے والے یونانیوں کو اذیت پہنچائی گئی۔ تو اس سے ہر دو ممالک کے دوستانہ تعلقات کا رشتہ از سر نو قائم کرنے میں وقت پیش آئیگی۔

پیرس کی سرکاری اطلاع۔ لنڈن ۷۔ دسمبر ناخدا کا مکان جس پر ہم نے جمعہ کے روز قبضہ کیا تھا۔ اس کے شمال میں ہم اپنے مورچے مستحکم کر رہے ہیں۔ دیگر مقامات میں کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا۔

یپریز کی تباہی۔ لنڈن ۵ دسمبر جرمنوں نے یپریز کے گرجا گھر اور قدیم کلاتھ ہال کو اپنی بھاری بیٹریوں کی مدد سے تباہ کر دیا ہے۔ جو ہوائی جہاز کو گرانے کے لئے استعمال کی گئی تھیں۔

فری برگ پر بم کے گولے گرائے گئے۔ ایمسٹرڈم ۵ دسمبر۔ ہوابازوں نے فری برگ واقعہ بیڈن (جرمنی) پر بم کے گولے گرائے۔ اور ریلوے کو نقصان پہنچایا۔ ہواباز بچکر نکل گئے۔ (بیڈن کا صوبہ الساس کے متصل اور اس کے مشرق میں واقعہ ہے۔ اور فری برگ ریلوے جنکشن ملہوسن کے عین مشرق کی طرف تھوڑے فاصلہ پر واقع ہے)

افواہ کی تردید۔ اس افواہ کی تصدیق نہیں ہوئی کہ ہوابازوں نے کرپ کے توپ سازی کے ہال پر حملہ کیا تھا

شاہ بلجیئم کی عزت افزائی۔ لنڈن ۷۔ دسمبر جمعہ کے روز شاہ جارج نے دوران ملاقات میں شاہ البرٹ والئی بلجیئم کو "آرڈر آف گارٹر" کا تمغہ پہنایا۔

ہیڈکوارٹر کے چشم دید گواہ کا بیان۔ لنڈن ۵۔ دسمبر ۲۲۔ نومبر سے ۲۸۔ نومبر تک میدان جنگ میں اسقدر سکوت رہا۔ جو کئی ہفتے سے دیکھنے میں نہ آیا تھا۔ اگرچہ جرمنوں کی سرگرمی کا زور کم رہا۔ مگر وہ ان موقعوں پر برابر حملے کرتے رہے۔ جہاں ہندوستانی سپاہ مورچہ زن تھی۔ ۲۳۔ نومبر کو دشمن نے ہمارے دائیں جانب ایک خندق پر قبضہ کر لیا۔ جس کی وجہ یہ تھی۔ کہ اس نے ہمارے بالکل قریب خندق کھود کر بم کے گولوں کی بوچھاڑ میں ہم پر حملہ کر دیا۔ مگر اسے بہت جلد وہاں سے نکال دیا گیا۔ جرمنوں نے ہمارے بائیں جانب فرانسیسی سپاہ پر توپخانہ کی امداد کے بغیر حملہ کیا۔ جس میں وہ آسانی کے ساتھ پسپا کئے گئے اور چار سو ہلاک اور بہت سے قیدی ہمارے ہاتھ آئے۔ جنگ نے بہر محاصرہ کی سی صورت اختیار کر لی ہے۔ طرفین کو اپنی اپنی خندقیں کھودنے کا موقعہ ملگیا ہے۔

طوفان آنے کی وجہ سے روس کی خبریں آنے میں بہت تاخیر واقعہ ہو رہی ہے۔

ہندوستان

غوری پور کے کارخانہ میں جو اشخاص ایک دیوانہ جلاہے کے ہاتھ سے مجروح ہوئے تھے۔ ان میں سے چار اور زخمی جانبر نہیں ہو سکے۔ بلوہ ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ مگر پولیس نے اس کو رفع دفع کر دیا۔

امپیریل انڈین ریلیف فنڈ کی مقدار اب ۵۷۷۴۵۱۴۲ روپیہ تک پہنچ گئی ہے۔

راجہ صاحب چمبہ کا عطیہ۔ ہزہائنس راجہ صاحب چمبہ نے ۵۰ ہزار روپیہ مصارف جنگ کے لئے عطا فرمایا ہے۔ اور حضور وائسرائے نے قبول فرما لیا ہے۔

ولایتی ڈاک۔ ولائتی ڈاک جہاز سالٹ ۱۴ دسمبر کی ڈاک لیکر بروز جمعہ صبح کے ۸ بجے بمبئی پہنچے گا۔ کرسمس کی ڈاک بیرونجات کے لئے ۱۸۔ دسمبر کو بمبئی میں پہنچے گی۔

پرچہ کامریڈ کی ضبطی۔ ۲۶ ستمبر ۱۹۱۴ء کے پرچہ کامریڈ دہلی کو جس میں مضمون "دی چائس آف دی ٹرکس" شائع ہوا تھا۔ گورنمنٹ پنجاب نے بھی صوبہ پنجاب میں بحق ملک معظم ضبط شدہ قرار دیا ہے۔

آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس ۲۷، ۲۸، ۲۹ دسمبر کو راولپنڈی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

قادیان۔ دارالامان۔ مورخہ ۱۰۔ دسمبر ۱۹۱۴ء

اخبار نویسی کی مشکلات

اخبار نویسی یوں بھی بڑا اہم کام تھا۔ مگر آج کل اخبار نویسی ایسی نازک بات ہوگئی ہے۔ کہ بڑے بڑے عالی دماغ ایڈیٹر بھی گھبرا جاتے ہیں۔ ہندوستان میں تو کہا جا سکتا ہے۔ کہ ایڈیٹری کے اہل چند وجوہ ہیں۔ مگر یورپ جہاں یہ فن باقاعدہ طور سے سکھا جاتا ہے۔ وہاں کا یہ حال ہے۔ کہ پہلے اخبار ٹائمز کو چند قابل اعتراض مضامین شائع کرنے پر ڈانٹ ہوئی۔ پھر اخبار گلوب نے جرمن جاسوس کے عنوان سے کوئی ایسا مضمون لکھا۔ کہ حکم ہوا آئندہ ایسے مضامین نہ چھاپے جائیں۔ اخبار گلوب نے اس حکم پر کچھ لکھا۔ تو پریس بیورو کی طرف سے صاف صاف کہا گیا۔ کہ ہاں آپ اپنی رائے کے مطابق کام کریں گے۔ مگر وزیر داخلہ بھی اپنی کارروائی کو موثر بنانے کے لئے کافی ذرائع قانون رکھتے ہیں۔ ادہر ہندوستان میں یہ حالت ہے۔ کہ باوجود احتیاط کے غلطیاں ہوجاتی ہیں۔ اور ان کا خمیازہ پھر اٹھانا پڑتا ہے۔ اور یہ گورنمنٹ برطانیہ کا رحم ہے۔ کہ صرف ضمانت پر ہی اکتفا ہوتا ہے۔ چنانچہ سیوک سٹیم پریس سے دو ہزار کی ضمانت طلب ہوئی۔ گورکھی اخبارات بیر و خالصہ سیوک سے صاحب ڈپٹی کمشنر نے علی الترتیب ایک ہزار دو ہزار روپے کی ضمانت طلب کی ہے اخبار بجلی سے بھی ضمانت طلب کی گئی ہے۔ ہند کو نیا ڈیکلریشن دینے کا حکم ہے۔ ان حالات میں ہر صبح جو کسی اخبار نویس پر چڑھتی ہے۔ نئے نئے خطرات سامنے لاتی ہے۔ پس میں اپنے ہمعصروں کو اسطرف متوجہ کروں گا۔ کہ وہ اپنے اصول ایسے رکھیں۔ جن پر کاربند رہ کر وہ گورنمنٹ اور رعایا دونوں کے لئے امن و صلحکاری پھیلانے والے ثابت ہوسکیں۔ جو باتیں جوش پیدا کرنیوالی ہیں۔ ان سے محترز رہیں۔ ان کی رائے بیشک صداقت اور حق پر مبنی ہو۔ اور اس میں خوشامد کا شائبہ نہ ہو مگر اظہار کا طریق ایسا ہو جو کسی فتنہ کا پھیلانے والا ثابت نہ ہو۔ یعنی اگر کوئی اس قسم کا معاملہ ہے جسے پبلک کرنے سے سوا اس کے کچھ فائدہ نہیں۔ کہ عوام الناس میں گھبراہٹ اور بدامنی پھیلے تو بجائے اس کے کہ اسے اخباروں میں چھاپا جائے۔ یہ بہتر ہے۔ کہ اپنے طور پر افسران بالادست کو اس پر متوجہ کیا جائے۔ اور ہم نے تجربہ کیا ہے۔ کہ یہ طریق ایسا پرامن اور مفید ہے۔ کہ اخباروں میں چھاپنے سے اس کے مقابل میں کچھ فائدہ نہیں۔ علاوہ ازیں سنسنی خیز یا پبلک کی توجہ کو ایکدم اپنی طرف متوجہ کرنیوالے یا اخبار کی اشاعت بڑھانے کے خیال سے مضامین نہیں لکھنے چاہئیں۔ بلکہ مدنظر ملک قوم اور گورنمنٹ کی خدمت ہو۔ یہ باتیں تو اخبار نویسوں کے متعلق ہیں۔ جن میں ہم خود بھی شامل ہیں۔ مگر دوسری طرف خریداران اخبار سے بھی ہمیں کچھ کہنا ہے وہ یہ کہ جبتک ابناء ملک کی طرف سے کافی قدردانی نہ ہو۔ اخبار نویس اپنی مفوضہ خدمت کو ادا کرنے سے معذور رہے ہیں۔ ولایت کے اخبار تو اس کثرت سے چھپتے اور شائع ہوتے ہیں۔ اور خریدے جاتے ہیں۔ کہ ان کا سالانہ منافع ہی اتنا ہوتا ہے۔ کہ جس سے ہندوستان میں غالباً تین چار روزانہ اخبار جاری ہو سکتے ہیں۔ اخبار نویس اگر پبلک کی دلچسپی کا سامان بہت سا روپیہ خرچ کرکے بہم پہنچاتے ہیں۔ تو پبلک کی قدردانی بھی ان کا حوصلہ بڑھانے کے لئے کافی ہوتی ہے۔ وہ ہمارے ہندوستانی اخباروں کی طرح نہیں۔ جنکا سالانہ خرچ بھی آمد سے پورا نہ ہوسکے۔ اور جنکا پورا ہو بھی جاتا ہے۔ تو وہ ایسے اخبار ہیں جو اپنی بے اعتدالی یا خوش نگاری کی وجہ سے ایک معیار ضمانت میں آچکے ہیں۔ پبلک کے اس طرز عمل سے دراصل اخبار نویسی کو بہت سخت صدمہ پہنچ رہا ہے۔ اور وہ محتاط اخبار جو کوئی مضمون ایسا نہیں چھاپتے۔ جس سے پبلک میں بیجا جوش پیدا ہو یا جان کی بربادی میں بہرحال مضر ہے۔ ان کے اخباروں کی خریدار ہی اتنی کم کہ خرچ بھی نہیں چلا سکتے۔ یہی حال مذہبی اخباروں کا ہے۔ اگر وہ دوسروں کی گستم گتھا ہو۔ عیب چینی کرو۔ تو بہت سے تماش بین موجود۔ اور گرہ سے دیکر لڑانے کو حاضر۔ مگر معتدل اور مفید مضامین شائع ہوں۔ تو پھر اس اخبار کا نام مردہ اخبار ہے کوئی گاہک تک نہیں۔ کہا جا سکتا ہے کہ پھر اخبار کیوں آئے دن بڑھ رہے ہیں۔ اور کیونکر چلائے جاتے ہیں۔ تو اسکا جواب یہی ہوسکتا ہے۔ کہ ہر شخص اپنے اندر ایک جوش رکھتا ہے۔ اور اپنے مذاق کے مطابق کچھ خدمت کرنا چاہتا ہے۔ سچ پوچھو تو بعض گلے پڑے کا ڈھول بجا رہے ہیں۔ ورنہ ان کے اخراجات کا اکثر حصہ ان کی ذاتی جائداد برداشت کرتی ہے۔ اور بعض جو تاجرانہ اصول پر چلاتے ہیں۔ وہ اشتہاروں سے کمی پوری کرلیتے ہیں۔ لیکن اسکا انجام بہت خطرناک ہے۔ اخباروں کا کام اصلاح ہے۔ ان کو ہرگز نہیں چاہیئے۔ کہ وہ پبلک کے مذاق کے تابع ہوجائیں۔ بلکہ انہیں چاہیئے۔ کہ وہ پبلک کا مذاق درست کریں۔ اور اس کے لئے میں پھر بھی یہی کہوں گا۔ کہ ایک حد تک اس کی ذمہ وار اخبار بین دنیا ہے۔ یہ ایک نقص عظیم ہے۔ جس کے دور کرنے کے لئے اخبار نویس برادری کو خوب سوچنا چاہیئے۔ کہ وہ کیونکر اپنے آپ پر مزید بوجھ ڈالنے کے بغیر یہ کام نباہ سکتی ہے۔ اور اخبار بین دوستوں کو بھی اخبار صرف وقت گذارنے کے لئے نہیں پڑھنے چاہئیں۔ بلکہ ان کے مدنظر یہ بات ہو۔ کہ وہ کچھ اپنے معلومات میں اضافہ کریں۔ اور اپنی آئندہ زندگی کے لئے کوئی کارآمد ہدایت حاصل کرسکیں۔ اور صرف ایسے ہی اخباروں کو خریدنا چاہیئے۔ جو ان مقاصد کو پورا کرنے والے ہوں۔ ساتھ ہی اس کے انہیں چاہیئے۔ کہ وہ ایسے اخباروں کو اپنی خوش معاملگی سے اس قابل بنائیں۔ کہ وہ ملک و قوم کی خدمت کرسکیں۔

ہندوستان میں بالعموم سرمایہ اور مضمون کا سوال ایک ہی دماغ کے متعلق ہوتا ہے۔ پس مالی حالت کا اثر مضمون نویسی پر بھی پڑتا ہے۔ ان تفکرات سے جتنا بھی بچایا جائیگا۔ بہترین ذخیرہ معلومات حاصل ہوسکیگا*

ایک کشف

حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور ایک دوست کا خط پیش ہوا۔ جسمیں انہوں نے مندرجہ ذیل عبارت تحریر فرمائی ہے۔ (ایڈیٹر)

"مجھکو بذریعہ کشف اور الہام اور خواب۔ یہ متواتر خبریں موصول ہوئی ہیں۔ کہ احمدیہ بلڈنگس والے کوئی شرارت کرنیوالے ہیں۔ جس سے کوئی فتنہ برپا ہوگا۔ میں دعائیں کرتا ہوں۔ کہ خدا تعالےٰ ان فتنوں سے حضور والا کو کامیاب کرے۔ کل عین کشف میں کوئی کہتا ہے کہ آپ دو پلٹنیں اور ایک توپخانہ لے کر مقابلہ کے واسطے گئے ہیں خدا تعالےٰ آپ کو بامراد رکھے۔ اور دشمنان سلسلہ کو خوار اور ذلیل کرے"*

✣ ✣ ✣

تاریخ الاسلام

سیرۃ النبیؐ

طہارت النفس ۔ احسان کی قدر

دنیا میں بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اس بات کے تو طالب رہتے ہیں کہ دوسرے ان پر احسان کریں لیکن اس بات کا ان کے دل میں خیال بھی نہیں آتا ۔ کہ جن لوگوں نے ان پر احسان کیا ہے ان کے احسانات کو یاد رکھ کر ان کا بدلہ بھی دیں ۔ ایک دو احسانات کا یاد رکھنا تو الگ رہا والدین جن کے احسانات کا اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا ۔ ان کے احسانات کو بھی بہت سے لوگ بھلا دیتے ہیں ۔ اور یہ خیال کر لیتے ہیں کہ انہوں نے جو کچھ کیا اپنی محبت سے مجبور ہو کر یا اپنا فرض خیال کر کے کیا ہے اب کیا ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ انکی خبر گیری کرتے پھریں ۔ لیکن ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حال دنیا سے بالکل مختلف تھا ۔ آپ پر جب کوئی شخص احسان کرتا تو آپ اسے ہمیشہ یاد رکھتے تھے اور کبھی فراموش نہ کرتے تھے ۔ اور ہمیشہ آپ کی کوشش رہتی تھی کہ جس نے آپ پر کبھی کوئی احسان کیا ہو ۔ اسے اس کے احسان سے بڑھ کر بدلہ دیں ۔ یوں تو آپ کا اپنے رشتہ داروں ۔ دوستوں ۔ مریدوں ۔ خادموں اور ہم وطنوں سے سلوک شروع سے آخر تک ہمارے اس دعوے کی تصدیق کر رہا ہے لیکن ہم اسے واضح کرنے کے لئے ایک مثال بھی دیتے ہیں جس سے معلوم ہو جائیگا کہ آپ کو اپنے محسن کے احسان کا کس قدر خیال رہتا تھا اور کس طرح اسے یاد رکھتے تھے ۔

بدر کی جنگ کے نام سے کونسا مسلمان ناواقف ہوگا یہی وہ جنگ ہے جس کا نام قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرقان رکھا ہے اور یہی وہ جنگ ہے ۔ جسمیں عرب کے وہ سردار جو اس عہد کے ساتھ گھر سے چلے تھے کہ اسلام کا نام ہمیشہ کے لئے مٹا دینگے خود ایسے مٹے کہ آج ان کا نام لیوا کوئی باقی نہیں ۔ اور اگر کوئی ہے تو اپنے آپ کو ان کی طرف منسوب کرنا بجائے فخر کے عار خیال کرتا ہے ۔ غرضکہ اس جنگ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عظیم الشان کامیابی عطا فرمائی تھی اور بہت سے کفار قید بھی ہوئے تھے ۔

وہ لوگ جو گھر سے اس ارادہ سے نکلے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اتباع کا ہمیشہ کے لئے فیصلہ کر دینگے ۔ اور جن کے دل میں رحم کا خیال تک بھی نہ تھا ۔ ان سے جسقدر بھی سختی کی جاتی ۔ اور جو سزائیں بھی ان کے لئے تجویز کی جاتیں بالکل روا اور مناسب تھیں ۔ لیکن ان کی شرارت کے مقابلہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے جو نرم سلوک کیا یعنی صرف ایک خفیف سا تاوان لیکر چھوڑ دیا وہ اپنی آپ ہی نظیر ہے مگر اس نرم سلوک پر بھی ابھی آپ کے دل میں یہ تڑپ باقی تھی اگر ہو سکے تو اور بھی نرمی ان سے برتوں اور آپ بہانہ ہی ڈھونڈتے تھے کہ کوئی اور معقول وجہ پیدا ہو جائے ۔ تو میں انکو بلا تاوان لئے کے چھوڑ دوں ۔ چنانچہ اس موقعہ پر آپ نے حضرت جبیرؓ سے جو گفتگو فرمائی وہ صاف ظاہر کرتی ہے کہ آپ کا دل اسی طرف مائل تھا کہ کوئی معقول عذر ہو تو میں ان لوگوں کو یونہی چھوڑ دوں ۔ ہاں بلا وجہ چھوڑنے میں کئی قسم کے پولیٹیکل نقص تھے ۔ جن کی وجہ سے آپ بلا کافی وجوہات کے یونہی نہیں چھوڑ سکتے تھے ۔ اس گفتگو سے جہاں مذکورہ بالا نتیجہ نکلتا ہے وہاں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو اپنے محسنوں کے احسانات کیسے یاد رہتے تھے اور آپ ان کا بدلہ دینے کے لئے تیار رہتے تھے ۔ حضرت جبیرؓ فرماتے ہیں کہ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال فی اساری بدر لو کان المطعم بن عدی حیا ثم کلمنی فی ھؤلاء النتنیٰ لترکتہم لہ ۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیان بدر کے متعلق فرمایا کہ اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا ۔ اور ان ناشدنیوں کے حق میں سفارش کرتا تو میں ضرور انکو چھوڑ دیتا ۔ یہ کیا ہی پیارا کلام ہے ۔ اور کن بلند خیالات کا اظہار کرتا ہے ۔ اسے وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جن کے سینوں میں احسانات کی قدر کرنیوالا دل ہو ۔

شاید اکثر ناظرین مطعم بن عدی کے نام اور اس کے کام سے ناواقف ہوں ۔ اور خیال کریں کہ اس حدیث کا اس مضمون سے کیا تعلق ہے اس لئے میں اسجگہ مطعم بن عدی کا وہ واقعہ بیان کر دیتا ہوں جسکی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ پر مطعم بن عدی کو یاد فرمایا اور خواہش فرمائی ۔ کہ اگر آج وہ ہوتا تو میں ان قیدیان جنگ کو اس کی سفارش پر چھوڑ دیتا ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں تشریف رکھتے تھے تو ایک دفعہ ابو جہل اور اس کے چند ساتھیوں نے مشورہ کر کے قریش کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب سے خرید و فروخت اور نکاح وغیرہ کے معاملات بالکل ترک کر دیں کیونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے ہیں اور ان کو ان کے دشمنوں کے سپرد نہیں کر دیتے ۔ کہ جس طرح چاہیں ان سے سلوک کریں ۔ چنانچہ اس مضمون کا ایک معاہدہ لکھا گیا کہ آئندہ کوئی شخص بنو ہاشم اور بنو مطلب کے ہاتھ نہ کوئی چیز فروخت کریگا نہ ان سے خریدیگا اور نہ انکے ساتھ کسی قسم کا رشتہ کریگا ۔ اس بائیکاٹ کا نتیجہ یہ ہوا کہ قریش کے شر سے بچنے کے لئے حضرت کے چچا ابو طالب کو مذکورہ بالا دونوں گھرانوں سمیت مکہ والوں سے علیحدگی اختیار کرنی پڑی ۔ اور چونکہ مکہ ایک ادی غیر ذی زرع میں واقعہ ہے ۔ کھانے پینے کی سخت تکلیف ہونے لگی اور سوائے اس کے کہ کوئی خدا کا بندہ چوری چھپے کوئی چیز دے جائے ان لوگوں کو ضروریات زندگی بھی میسر آنی مشکل ہوگئیں ۔ اور قریباً دو سال تک یہی معاملہ رہا ۔ اور بعض مورخ تو لکھتے ہیں کہ تین سال تک یہی حال رہا جب حالت حد کو پہنچ گئی تو قریش میں سے پانچ شخص اس بات پر آمادہ ہوئے ۔ کہ اس ظلم کو دور کیا جائے اور ان قیدیوں کو رہائی دلائی جائے ۔ چنانچہ انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے ایک دن عین کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر یہ اعلان کر دیا کہ اب ہم اس ظلم کو زیادہ نہیں دیکھ سکتے یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم لوگ تو پیٹ بھر کر کھانا کھائیں ۔ اور آرام سے زندگی بسر کریں ۔ مگر چند ہمارے ہی ہم قوم اسی طرح ہماری آنکھوں کے سامنے کھانے پینے سے تنگ ہوں اور باوجود قیمت دینے کے غلہ ان کے ہاتھ فروخت نہ کیا جائے ۔ ہم اس معاہدہ کی جو ایسے ظلم کو روا رکھتا ہے پابندی نہیں کر سکتے ۔ ان کا یہ کہنا تھا کہ بہت سے لوگ جن کے دل انصاف سے کورے نہ تھے ۔ انکی تائید میں کھڑے ہو گئے اور آخر وہ معاہدہ پھاڑ کر پھینک دیا گیا ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے قبیلہ کے لوگ ۔ اس قید سے آزاد ہوئے ۔ مطعم بن عدی بھی ان پانچ اشخاص میں سے ایک تھا اور یہی تھا کہ جس نے بڑھ کر اس معاہدہ کو پھاڑ کر پھینک دیا ۔

علاوہ ازیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طائف کے لوگوں کو دعوۃ اسلام دینے کے لئے تشریف لیگئے ۔ اور آپ سے وہاں کے بدمعاشوں نے سخت ظلم کا سلوک کیا اور آپ کے پیچھے لڑکے اور کتے لگا دئیے تو آپ کو واپس مکہ میں آنا پڑا لیکن یہ وہ وقت تھا کہ مکہ کے لوگ بھی سخت سے سخت شرارت پر آمادہ ہو رہے تھے ۔ اور آپ کو وہاں بھی امن ملنا مشکل تھا اس وقت مطعم بن عدی نے آگے آ کر آپ کو اپنے جوار میں لیا اور اپنی ذمہ داری پر آپ کو پناہ دی ۔

یہ وہ احسانات تھے جو مطعم بن عدی نے آپ پر کئے تھے ۔ اور جبیر بن مطعم سے آپ کا مذکورہ بالا کلام ظاہر کرتا ہے کہ آپ کو ہمیشہ یہ خیال رہتا تھا کہ کاش وہ زندہ ہوتا ۔ اور میں اس کے احسانات کا بدلہ اتارتا ۔ چونکہ مطعم نے آپ کو اور آپ کے قبیلہ کو اس قید سے آزاد کرانے میں بہت کوشش کی تھی جسمیں آپ بوجہ قریش کے غیر منصفانہ معاہدہ کے گرفتار رہے تھے ۔ اور پھر اس وقت جبکہ آپ کے دشمن آپ کو قسم قسم کی تکلیف

قصص باطلہ

نمبر ۸

تابوت۔ سکینہ۔ بقیہ مما ترک آل موسیٰ و آل ہارون

ہم نے پچھلے پرچہ میں بالتفصیل وہ تمام ابا طیل نقل کی تھیں جو بڑے بڑے بزرگوں کی طرف منسوب کرکے واقعہ طالوت میں تابوت۔ سکینہ اور بقیہ مما ترک آل موسیٰ و آل ہارون کے متعلق بیان کی جاتی ہیں۔ اور بتایا تھا کہ یہ قصص اور ان کا آپس کا اختلاف ہی اس بات پر کافی شہادت ہے کہ ان کی اصل کوئی نہیں بلکہ کسی قصہ گو کے دماغ کا اختراع ہیں یا یہود کی تیزئی طبع کا نتیجہ۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب اپنی عربی تفسیر فتح البیان میں لکھتے ہیں :-

"اور میں تو یہ کہتا ہوں کہ یہ تفاسیر جو ایک دوسری کے بالکل خلاف ہیں۔ شاید ان بزرگوں کو یہودیوں کے ذریعہ پہنچی ہونگی اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کرے۔ انہوں نے یہ باتیں مسلمانوں کو اس لئے بتائی ہونگی تا ان سے ہنسی کریں۔ اور ان کے دین میں شکوک پیدا کریں۔ اور دیکھو تو سہی کہ کبھی تو یہ لوگ سکینہ کو جانور بتاتے ہیں۔ کبھی جمادات سے ظاہر کرتے ہیں۔ اور کبھی کوئی ایسی چیز قرار دیتے ہیں جو عقل انسانی میں آ ہی نہیں سکتی۔ اور ان قصوں کا جو بنی اسرائیل سے منقول ہیں اکثر یہی حال ہے کہ ان میں سخت تناقض ہوتا ہے۔ اور وہ زیادہ تر ایسے ہی امور پر مشتمل ہوتے ہیں جو عقل کے خلاف ہوں۔" (ترجمہ)

لیکن ہم کہتے ہیں کہ ہم یہ بھی کیوں تسلیم کریں کہ یہ خلاف عقل و نقل قصص درحقیقت حضرت علیؓ ابن عباسؓ مجاہد قتادہ سدی بخاری اور وہب بن منبہ جیسے صحابہ کرام یا علماء عظام سے مروی بھی ہیں۔ جو شخص قرآن کریم پر جھوٹ بول سکتا ہے۔ وہ ان لوگوں پر بدرجہ اولیٰ جھوٹ بول سکتا ہے پس کیوں نہ تسلیم کیا جائے کہ ان قصہ گوؤں نے اپنی بات کو وزندار بنانے کے لئے اسے ان بزرگوں کی طرف منسوب کر دیا اور ہمارے پاس کوئی ایسا تاریخی ثبوت جبکہ موجود ہی نہیں۔ جس سے یہ لغو قصص ان بزرگوں کے اقوال ثابت ہو سکیں تو ہم کیوں ان بزرگوں کو اس الزام کے نیچے لائیں کہ وہ یہود کے قصص کو بلا ثبوت تسلیم کر لیتے تھے۔

ان قصہ گوؤں کو قصص کے بنانے کی جرأت لفظ تابوت سے ہوئی ہے کیونکہ تابوت کے معنے صندوق کے ہوتے ہیں پس انہوں نے خیال کیا کہ موقعہ تو خوب ہاتھ لگا ہے۔ صندوق میں جو سکینہ تھی وہ ضرور کوئی مادی چیز ہی ہوگی۔ بس پھر کیا تھا۔ کسی نے اُسے بلی بنا دیا۔ کسی نے بلی مگر انسان کا منہ کسی نے ساتھ پر بھی لگا دیئے۔ کسی نے سونے کا طشت بنا دیا کسی نے ہوا کے ساتھ دُم لگا کر اس کا نقشہ کھینچا۔ (یہ صاحب سب سے بڑھ گئے کہ ہوا میں دُم لگا دی اور پھر انسان کا سا چہرہ بھی ساتھ جڑ دیا) غرض جس کے ذہن میں جو عجب چیز آئی وہ اُس نے سکینہ کی طرف منسوب کر دی کیونکہ اس کا صندوق میں بند کرنا ضروری تھا۔

مگر افسوس کسی نے یہ غور نہ کیا کہ تابوت کے لفظ پر ذرا اور غور کرلیں۔ شاید اس کے کوئی اور معنے بھی ہوں اور ان معنوں کے لحاظ سے تابوت میں بلی یا انسان چھپانے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ اور سکینہ (یعنی آرام و اطمینان) اپنے اصلی معنوں کے لحاظ سے ہی اس تابوت میں سما جائے۔

تاج العروس شرح قاموس میں تابوت کے معنوں میں لکھا ہے۔ التابوت الصدر وتقول ما اودعت تابوتی شیئا فقدته ای ما اودعت صدری علما فقدته۔ یعنی تابوت کے معنے سینہ کے بھی ہوتے ہیں۔ چنانچہ محاورہ ہے۔ کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے اپنے تابوت میں کوئی چیز ڈالی ہو اور وہ گم گئی ہو یعنی میں نے اپنے سینہ میں جب کبھی علم بھرا ہے وہ ضائع نہیں ہوا یعنے ہمیشہ مجھے یاد رہا۔

یہ محاورہ صرف عربی زبان کا ہی نہیں اور زبانوں میں بھی اس کا استعمال ہے فارسی والے بھی صندوق سینہ کہتے ہیں اور انگریزی میں تو سینہ کو چسٹ کہتے ہیں جس کے معنے صندوق بھی ہیں۔

اس محاورہ کے علاوہ عربی زبان میں تابوت کے معنے دل کے بھی ہیں۔ چنانچہ اعشیٰ نے اپنے ایک شعر میں تابوت بمعنیٰ دل استعمال کیا ہے اسی طرح حدیث میں جو دُعا ہے کہ اللھم اجعل فی قلبی نورا۔ اس کی بجائے فی التابوت بھی آیا ہے پس تابوت کے معنے سینہ بلکہ دل کے بھی ہیں اور آیۃ کریمہ ان اٰیۃ ملکہ ان یاتیکم التابوت فیہ سکینۃ من ربکم و بقیۃ مما ترک اٰل موسیٰ و اٰل ھارون کے معنی یہ ہونگے کہ اسکی حکومت کی علامت یہ ہے کہ اس کے بادشاہ ہونے پر تمہیں ایسے سینہ یا دل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملیں گے کہ انہیں سکینۃ اور اطمینان بھرا ہوا ہوگا اور ان سینوں یا دلوں میں آل موسیٰ اور آل ہارون کے ترکہ سے جو کچھ باقی ہے وہ بھی ہوگا۔

ہمیں سکینہ کے معنوں میں پڑنے کی ضرورت نہیں کیونکہ سکینہ کے معنے کسی جانور کے کسی لغت میں بھی نہیں ہیں اور یہ معنے صرف بعض موجدین کی ایجاد ہے۔ لغت میں اس کے معنے آرام و اطمینان کے ہی ہیں۔ پس ان معانی کے سوا کوئی اور معنے لینے ہرگز جائز نہیں اسی لئے ہم نے یہی معنے کئے ہیں۔ چنانچہ جو معنے ہم نے اس آیت کے کئے ہیں انکی تصدیق قرآن کریم کی ایک اور آیت سے بھی ہوتی ہے۔ سورہ فتح میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :- ھو الذی انزل السکینۃ فی قلوب المومنین لیزدادوا ایمانا مع ایمانھم۔ وہ خدا ہی ہے جس نے مومنوں کے دلوں میں اس لئے سکینۃ اُتاری کہ وہ ایمان میں اور بھی ترقی کریں اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ سنت اللہ ہے کہ اپنے پیاروں کے اتباع کے ایمانوں کی ترقی کیلئے انکے دلوں میں سکینۃ اتارتا ہے اور ضرور ہے کہ اسی طرح کی سکینۃ کا نزول اصحاب طالوت پر بھی ہوا ہو یہاں قلوب کا لفظ استعمال کرکے اللہ تعالیٰ نے تابوت کے معنے بھی حل کر دیئے ہیں۔

اب دو باتیں اور باقی رہ جاتی ہیں ایک بقیۃ مما ترک آل موسیٰ و ہارون کیا ہے اور دوسرے تحملہ الملائکہ سے کیا مراد ہے۔

جبکہ ہم یہ بتا چکے ہیں کہ تابوت کے معنے سینہ یا دل کے بھی ہوتے ہیں۔ اور سکینۃ اور اطمینان بجائے صندوقوں میں رکھے جانے کے سینہ اور دلوں میں ہوتے ہیں تو اب ہمارے لئے یہ دقت رہجاتی ہے کہ دل میں بقیۃ مما ترک آل موسیٰ و آل ہارون کیونکر آ گیا۔ آل موسیٰ اور آل ہارون نے جو کچھ چھوڑا تھا وہ طالوت کے ساتھ والوں کے دل میں کیونکر داخل ہو سکتا تھا۔

اس بات کے سمجھنے کے لئے یاد رکھنا چاہیئے کہ نیکوں کا اصل ترکہ عمامہ و نعلین نہیں ہوتے بلکہ انکی نیکی اور تقویٰ اور اطمینان قلب ہوتا ہے۔ اور جبکہ یہ بات ثابت ہے کہ وہ تابوت جسمیں سکینۃ ہوتی ہے دل ہی ہے تو اب ہمیں سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں کہ ہم بقیۃ مما ترک آل موسیٰ و آل ہارون کو بھی کوئی روحانی چیز تسلیم کریں کیونکہ دل میں پگڑیاں اور جوتیاں نہیں رکھی جا سکتیں بلکہ علم و

فضل اور نیکی اور تقوےٰ کا خزانہ اس میں رکھا جاسکتا ہے پس بقیۃ مما ترک آل موسیٰ و ہارون کے اصل معنے یہی ہونگے کہ تم کو ایسے دل ملیں گے یعنی تمہارے دل ایسے بنا دئے جائینگے کہ ان میں اسی قسم کی نیکی اور تقوےٰ اور اطمینان قلب اور روحانیت پیدا ہو جائے گی جیسی کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے زمانہ میں تھی۔ لیکن چونکہ ایک خلیفہ کا زمانہ اس نبی کے زمانہ کو برابر نہیں ہوسکتا۔ جو بنی اسرائیل کے نبیوں کا سردار اور صاحب شریعت نبی تھا۔ اس لئے یہ نہیں فرمایا کہ تم اس ساری نیکی اور سارے تقویٰ اور روحانیت کے وارث ہو جاؤ گے جو اصحاب موسیٰ و اصحاب ہارون کو حاصل تھی بلکہ اسمیں سے کچھ حصہ اور بقیہ کے وارث ہوگے ۔

گو یہ بات بالبداہت ثابت ہے کہ دل میں جو بقیہ ترکہ رکھا جاسکتا ہے وہ نیکی اور تقویٰ ہی ہوسکتا ہے۔ لیکن میں اس کی نظیر قرآن کریم سے بھی دیدیتا ہوں تاکہ میرا دعویٰ اور بھی مضبوط ہو جائے۔ سورۂ مریم کے ابتدا میں اللہ تعالےٰ حضرت ذکریا کا ذکر کرکے فرماتے ہیں کہ قال رب انی وھن العظم منی و اشتعل الراس شیبا و لم اکن بدعائک رب شقیا وانی خفت الموالی من ورائی وکانت امرأتی عاقرا فھب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب و اجعلہ رب رضیا۔ حضرت ذکریا نے عرض کیا کہ اے رب میری ہڈیاں تک کمزور ہوگئی ہیں اور میرا سر بڑھاپے کی وجہ سے سفید ہوگیا ہے اور آلہی آج تک میں حضور کی خدمت میں اپنی حاجات کے عرض کرنیکی وجہ سے بدبخت نہیں ہوا۔ اب بھی میری ایک حاجت ہے اور وہ یہ کہ میں اپنے بعد اپنے رشتہ داروں سے ڈرتا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے اس کے ہاں اولاد ہونیکی امید نہیں کہ مجھے اس امر کی تسلی ہو۔ ہے کہ میرے بعد میری اولاد اس کام کو پورا کریگی جو میں کرتا ہوں اس لئے آپ اپنے پاس سے مجھے ایک مددگار دیجئے جو میرے بعد میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو (مطلب آیۃ)

ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ کبھی ترکہ لینے اور وارث ہونے سے ظاہری ملکیت مراد نہیں ہوتی۔ بلکہ ان کی خو اور ان کے اخلاق اور ان کے کام کو چلانا مراد ہوتا ہے کیونکہ یہ خیال بھی نہیں کیا جاسکتا کہ حضرت ذکریا نے اس لئے دعا کی تھی کہ آلہی مجھے کوئی بیٹا دیجئے جو میرے مال اور میری جائداد کا وارث ہو۔ کیونکہ اول تو ان کے پاس ایسا مال ہی کونسا تھا جس کے سنبھالنے کے لئے انہوں نے اس درد سے دعا کی۔ اور دوسرے ایک نبی کی شان سے یہ بات بالکل بعید ہے کہ وہ اس آہ وزاری سے اپنے رب کے حضور اس غرض سے دعا کرے کہ میری جائداد کو کون سنبھالیگا ۔

اس کے علاوہ خفت الموالی اور یرث آل یعقوب کے دو زبردست قرینہ ہیں جو صاف ثابت کر رہے ہیں کہ اس دعا میں ایسا وارث طلب کیا گیا ہے۔ جو ان کے علوم اور ان کے تقویٰ کا وارث ہو ۔

خفت الموالی میں تو انہوں نے یہ بتایا ہے کہ میرے رشتہ دار نیک نہیں ہیں۔ پس ان پر میری نظر نہیں پڑتی کہ وہ میرے بعد میرا کام سنبھال سکیں گے اور یرث آل یعقوب میں بتایا ہے کہ وہ ترکہ جسے میں سپرد کرنا چاہتا ہوں روحانی ہے۔ کیونکہ اگر جسمانی مراد ہو تو یہ دعا نعوذ باللہ لغو اور غلط ہو جاتی ہے کیونکہ ایسا کونسا آدمی ہوسکتا تھا جو سب اولاد یعقوب کے اموال اور جائداد کا وارث ہو جاتا۔ اور اسوقت کے بنی اسرائیل کی تمام اولاد اپنے حقوق اس کو دیدیتی اور نہ یہ خیال کرنا ممکن ہے کہ اسوقت سب یہود بے اولاد تھے کہ حضرت ذکریا کو یہ دعا کرنی پڑی کہ کوئی ایسا آدمی پیدا کیجئے جو سب یہود کا وارث ہو۔ آل یعقوب کے وارث مانگنے سے صاف ثابت ہے کہ اس سے مراد دین تھا۔ اور حضرت ذکریا نے عرض کیا کہ آلہی کوئی ایسا بندہ بھیجئے۔ جو میرے علوم کا اور ان علوم کا جو حضرت یعقوب کے سچے اتباع کو ملے تھے وارث ہو پس یہ آیۃ صاف ثابت کرتی ہے کہ وارث ہونے سے مراد دین کی وراثت بھی ہوتی ہے ۔

غرض کہ بقیۃ مما ترک آل موسیٰ و آل ہارون میں مما ترک سے مراد کوئی مادی چیز نہیں نہ جوتی نہ ٹوپی نہ جبہ نہ سونٹا۔ بلکہ اس سے مراد وہی ہے جو یرث آل یعقوب کی دعا میں حضرت ذکریا کی مراد تھی یعنی اسوقت کے نبی نے بتایا تھا کہ طالوت کو مانکر تمہیں ایسے دل ملیں گے جنہیں اطمینان اور سکینۃ ہوگی اور جنمیں ایسا ایمان اور تقویٰ کے مشابہ ایمان اور تقویٰ پیدا ہو جائیگا۔ جو اصحاب موسیٰ اور اصحاب ہارون کے دلوں میں پایا جاتا تھا ۔

بقیۃ مما ترک آل موسیٰ و آل ہارون کے بعد اب ایک ہی سوال رہ جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ تحملہ الملائکۃ سے کیا مراد ہے۔ سو اس کے لئے بھی ہمیں قرآن کریم کو ہی تلاش کرنا چاہیئے کہ قرآن کریم اس کے متعلق کیا فرماتا ہے ۔

سورہ انفال کے دوسرے رکوع میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اذ یوحی ربک الی الملائکۃ انی معکم فثبتوا الذین اٰمنوا سالقی فی قلوب الذین کفروا الرعب فاضربوا فوق الاعناق واضربوا منھم کل بنان۔ یعنی جل شانہ جب وحی کرتا تھا تیرا رب فرشتوں کیطرف کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ پس تم مومنوں کے دلوں کو خوب مضبوط کرو۔ میں جلدی ہی کفار کے دلوں میں رعب ڈالدونگا۔ پس مسلمانوں کو کہدو کہ کفار کی گردنوں پر خوب تلواریں چلائیں اور ایک ایک پور کاٹ دیں اس آیۃ میں بتایا ہے۔ کہ ملائکہ کو ہم نے مومنوں کی تثبیت کا حکم دیا جس کے دو ہی معنے ہوسکتے ہیں ایک تو یہ کہ انکے دلوں کو مضبوط کرنے کا اور دوسرے یہ کہ انکے قدموں کو ٹکا دینے کا۔ دونوں معنوں کے لحاظ سے ہم دیکھتے ہیں کہ اصل مراد یہ نہیں کہ دلوں کو باندھ دو یا انکے پاؤں زمین میں گاڑ دو بلکہ مطلب یہی ہے، کہ انکے دلوں کو مضبوط کردو اور انکے اندر یقین اور خوشی پیدا کردو۔ پس اسی طرح تحملہ الملائکۃ سے بھی یہی مراد ہے کہ تم کو ایسے دل ملینگے جن کو فرشتے اٹھائے ہوئے ہونگے تمہارے حوصلے پست نہ ہونگے ۔

ان معنوں پر شاید کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ آیۃ میں تابوت ہے اور تحملہ الملائکۃ میں بھی ہ کی ضمیر ہے جو مفرد ہے اور تم جمع کے معنے کرتے ہو سو یاد رہے۔ کہ جب ایک گروہ کو بحیثیت گروہ کے مخاطب کیں تو جائز ہوتا ہے کہ مفرد کی ضمیر اسکی طرف پھیر دیں سو تابوت سے مراد ایک دل نہیں بلکہ جنس دل ہے اور اس قسم کا استعمال ہر ایک زبان میں ہوسکتا ہے۔ اردو میں بھی کہہ سکتے ہیں کہ تم لوگوں کو ایسا دل ملیگا۔ جسمیں ڈر کا نام ونشان نہ ہوگا ۔

غرضیکہ وہ قصص جو ہم نے اس آیت کے متعلق پہلے درج کئے ہیں سب باطل اور لغو ہیں اور قرآن کریم اور احادیث صحیحہ اور تاریخ سے ان کا کوئی ثبوت نہیں اور کسی شرارتی نے بعض بزرگوں کیطرف منسوب کرکے انکو شائع کر دیا ہے اور بعض مفسرین نے اپنی سادگی سے انہیں اپنی کتب میں درج کر لیا ہے اور اصل معنی اس آیت کے یہی ہیں کہ طالوت کی بادشاہت کا ثبوت یہ ہے کہ اس کی اطاعت کے بعد تم کو ایسے دل ملیں گے جنہیں سکینت پائی جائیگی اور اصحاب موسیٰ اور اصحاب ہارون کے مشابہ ان میں تقوےٰ پیدا ہو جائیگا اور فرشتے تمہارا حوصلہ بڑھاتے رہیں گے۔ چنانچہ بعد کے تجربہ نے یہ بات ثابت کردی اور انکے اتباع میں سے ایک جماعت نے زبردست اور کثیر التعداد دشمن کے مقابلہ میں صاف کہدیا کہ :-

کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ
باذن اللہ ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

خطبۂ جمعہ

جو امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح نے ۴۔ دسمبر ۱۹۱۴ء کو دیا

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتائی ذی القربیٰ وینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون۔

نعمتوں کا ضائع کرنا آسان ہوتا ہے۔ مگر ان کا حاصل کرنا بہت مشکل کام ہے۔ آنکھ ہوتی ہے۔ انسان کے لئے کیسی مفید چیز ہے۔ جو کہ ایک تھپڑ مار کر نکالدی جاسکتی ہے چھوٹی سی سوئی چبھو کر پھوڑی جاسکتی ہے۔ لیکن پھر اگر ساری دنیا کے ڈاکٹر ملکر بھی اس کو بنانا چاہیں۔ تو نہیں بنا سکتے۔ اور اگر کوئی بڑے سے بڑا بادشاہ بھی اپنی تمام بادشاہت دیدے۔ تو بھی ایک پھوٹی ہوئی آنکھ نہیں بن سکتی۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کی تمام نعمتوں کا حال ہے اللہ تعالےٰ کے سوا وہ اور کوئی دیتا نہیں۔ اور نہ کوئی دے سکتا ہے۔ مگر باوجود اس کے بہت لوگ ان نعمتوں کی قدر نہیں کرتے۔ جب تک کسی کی آنکھیں تندرست ہوتی ہیں۔ وہ معمولی بات سمجھتا ہے اور کہتا ہے۔ کہ سب لوگوں کی آنکھیں ہیں۔ میری بھی ہیں۔ تو کیا ہوا۔ لیکن جب جاتی رہتی ہیں۔ تو رونے لگتا ہے۔ اسی طرح کان، ناک۔ ہاتھ پاؤں وغیرہ ہیں۔ جن کے متعلق اس کو خیال بھی پیدا نہیں ہوتا کہ یہ بھی کوئی چیزیں ہیں۔ لیکن جب یہ نہیں رہتے۔ تو پیٹنے لگتا ہے۔ انسان عمدہ سی عمدہ لطیف سے لطیف اور مزیدار سے مزیدار چیزیں کھاتا ہے۔ لیکن وہ یہ نہیں سمجھتا۔ کہ زبان کا ذائقہ بھی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت ہے ہاں اگر بیماری کی وجہ سے زبان کا مزہ بگڑ جائے۔ تب اُسے پتہ لگتا ہے۔ کہ واقعی یہ بھی کوئی چیز تھی۔ تو جب ایسے لوگوں کے پاس خدا تعالیٰ کی نعمتیں ہوتی ہیں۔ اسوقت قدر نہیں کرتے۔ اور جب وہ ان سے چھین لی جاتی ہیں۔ تب ان کے حصول کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ اسوقت جبکہ انہیں بلا محنت اور مشقت کے اور بلا کچھ خرچ کئے مفت یہ چیزیں ملتی تھیں معمولی باتیں سمجھتے ہیں۔ لیکن جب نہیں رہتیں تو محنت اور مال خرچ کر کے ان کو پانے کی سعی لاحاصل کرتے ہیں۔ تو نعمتوں کا حاصل کرنا مشکل بلکہ بعض کا تو ناممکن ہوتا ہے۔ اور جب وہ ایک دفعہ چھین لی جاتی ہیں تو پھر نہیں دی جاتیں۔ ایمان اور قلب سلیم کا حصول بڑا مشکل اور بہت ہی مشکل کام ہے اور سالہا سال کی کوششوں اور محنتوں کے بعد یہ بات نصیب ہوتی ہے مگر ایک منٹ میں کفر کا کلمہ بولنے سے ساری عمر کا ایمان ضائع ہو جاتا ہے۔ اور پھر اس کے حاصل کرنے کے لئے اتنی ہی کوشش اور محنت نہیں کرنی پڑتی۔ جتنی کہ پہلے کی گئی تھی بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ کرنی پڑتی ہے۔

اجتماع اتفاق اور اتحاد بھی خدا تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ اسکو ضائع کرنیوالا تو آسانی سے کر دیتا ہے اور پھر چاہتا بھی ہے۔ کہ دوبارہ ملے۔ لیکن پھر یہ کہاں آسانی سے مل سکتی ہے۔ اسی لئے ہمارے لئے خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتائی ذی القربیٰ وینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون۔ اتفاق۔ اتحاد اور امن کا حاصل ہونا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اور جب حاصل ہو جائے تو احسان اور عدل سے کام لینا چاہیئے۔ اور بغی سے بچنا چاہیئے کیونکہ اسکا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ فساد پڑیگا۔ لڑائی جھگڑے ہونگے اور اتفاق جاتا رہیگا۔

کسی بزرگ نے مسلمانوں پر یہ بڑا احسان کیا ہے۔ کہ اس نے اس آیت کو خطبہ جمعہ میں رکھدیا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کو یہ بات ایسی پسند آئی ہے۔ کہ اس کی قبولیت کو پھیلا دیا ہے۔ اور ہر جگہ پڑھی جاتی ہے۔ اس آیت میں ایک لطیف اشارہ ہے اور وہ یہ کہ جمعہ پڑھنے کے لئے لوگوں کا آنا ایک اجتماع ہے اور لوگ اکٹھے ہوتے ہیں۔ اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تمہیں اجتماع اور اتفاق کی نعمت حاصل ہو جائے۔ تو تمہیں ہر قسم کی بغاوت اور سرکشی سے بچنا چاہیئے۔ تا کہ ایسا نہ ہو۔ کہ تم میں پھوٹ پڑنا شروع ہو جائے۔ اور تم کہیں کے کہیں جا پڑو۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک بغاوت اور سرکشی بہت ہی ناپسندیدہ چیز ہے۔ اتحاد کو توڑ دینا امن عامہ میں خلل ڈالنا بہت ہی بڑی بات ہے۔ یہ توڑنا تو آسان ہے۔ لیکن جیسا کہ میں نے بتایا ہے اسکا پھر حاصل کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ پھر اگر ساری دنیا کا مال و دولت بھی خرچ کر دیا جائے۔ تو بھی کچھ نہیں بنتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہی ہوتا ہے۔ کہ امن قائم ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں ہی دیکھ لو۔ کیسا امن ہوتا تھا۔ کیسا اتفاق تھا۔ لیکن کسی کو ایک اعلان کی ایسی ضرورت پڑی۔ کہ سارا امن اور سارا اتحاد اس نے قربان کر دیا۔ اب اگر کوئی صلح کی آرزو کرے۔ تو اسے کہاں میسر ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ انعام دیا تھا۔ اسوقت کیوں قدر نہ کی۔ اور ایسی کونسی اعلان کی ضرورت پڑی تھی۔ اب دیکھ لو۔ خواہ کتنا ہی زور ماریں۔ لیکن وہ گند جو بعض کے سینوں سے نکلا ہے وہ کبھی صلح نہیں ہونے دیتا۔

اسی طرح خدا تعالیٰ نے دنیاوی رنگ میں ہمارے لئے گورنمنٹ قائم کی ہے۔ ہمیں کیسا آرام ہے۔ ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہم بلا کسی قسم کے خوف کے جا سکتے ہیں۔ کیسے آرام اور امن سے عبادتیں کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی ہمارے کاموں میں مخل ہوتا ہے۔ تو گورنمنٹ کے سپاہی اس کے روکنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ آجکل بعض شریر الطبع اور خبیث الفطرت لوگ چاہتے ہیں۔ کہ اس امن میں خلل ڈالیں۔ خدا نخواستہ اگر وہ اپنے کاموں میں کامیاب ہو گئے۔ تو پھر دکھ ہی دکھ ہوگا۔ تمہارا اسوقت جو کچھ فرض ہے۔ وہ میں بارہا بتا چکا ہوں۔ کہ تم امن پسند زندگی بسر کرو۔ اور ان لوگوں سے جو شریر ہیں علیحدہ رہو۔ اور ان کی اصلاح اور درستی کی فکر کرو۔ تم شائد یہ کہو۔ کہ ہم ایسے نہیں ہیں یہ ٹھیک ہے۔ کہ تم ایسے نہیں ہو۔ لیکن اگر تمہارے ہمسائے ایسے ہیں۔ تو تم کو بھی اس سے نقصان پہنچیگا۔ اگر کسی ہمسایہ کے گھر کو آگ لگے۔ تو وہ ضرور اس کے گھر تک بھی پہنچتی ہے۔ اگر کوئی شریر گورنمنٹ کے خلاف ڈاکے مارے۔ تو گو تمہیں اس سے کوئی غرض اور تعلق نہیں ہے۔ لیکن وہی ڈاکو ایک دن تم پر حملہ کریگا۔ خواہ تم کتنے ہی امن پسند ہو۔ لیکن اگر بعض شریروں کی شرارت سے ملک کا امن اٹھ جائے۔ تو تمہیں بھی بہت نقصان پہنچے گا۔ اس لئے ملک میں امن قائم رکھنا تمہارا کام ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہمیشہ یہی تعلیم رہی ہے۔ اور اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ آپ کے یہ فقرے میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ کہ میں نے کوئی کتاب ایسی نہیں لکھی۔ جسمیں گورنمنٹ کی وفاداری کی تعلیم نہ دی ہو۔ میں نے اسّی کے قریب کتابیں لکھی ہیں۔ اور تمام میں کسی نہ کسی رنگ میں گورنمنٹ کی تابعداری بتائی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر لوگوں نے الزام لگایا۔ کہ یہ (نعوذ باللہ) منافقت سے گورنمنٹ کی خوشامد کرتا ہے۔ لیکن ان احمقوں نے اتنا بھی نہ سمجھا کہ آپ کو گورنمنٹ کی خوشامد کی کیا ضرورت تھی۔

وہ انسان جسکو خدا تعالیٰ یہ کہے۔ کہ تو میرا رسول اور نبی ہے اس کے نزدیک دنیا کی بادشاہت کیا حیثیت رکھتی ہے دنیا کی حکومتیں آسمانی حکومت کے مقابلہ میں کچھ بھی وقعت نہیں رکھتیں۔ میں تو کہتا ہوں۔ کہ تم میں کا ہر ایک احمدی اگر ان احسانات کو سوچے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے واسطہ سے خدا تعالیٰ نے اس پر کئے ہیں۔ تو اس کے نزدیک بھی کوئی چیز اس سے بڑھ کر قابل وقعت نہیں رہتی۔ تو کسی کا یہ خیال کرنا۔ کہ حضرت مسیح موعود نے خوشامد سے گورنمنٹ کی وفاداری کی تعلیم دی ہے۔ پرلے درجہ کی نادانی اور نالائقی ہے۔ آپ نے سچے دل سے اور واقعات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ تعلیم دی ہے۔ اب اگر کوئی کہے۔ کہ وہ وقتی تعلیم تھی۔ تو وہ منافق ہے۔ وہ احمدی ہی نہیں ہے۔ بھلا یہ کیونکر ممکن ہے کہ ان آنکھوں کے ہوتے ہوئے جنھوں نے مسیح موعود کو دیکھا۔ اور ان کانوں کے ہوتے ہوئے جنھوں نے آپ کی باتوں کو سنا۔ کوئی کہے۔ کہ گورنمنٹ کی وفاداری نہیں کرنی چاہیئے۔ تو اس کو احمدی سمجھا جائے۔ گورنمنٹ کی خوشامد کرنے کی ہمیں کوئی غرض نہیں ہے۔ کیونکہ چاہے ہم کہیں۔ کہ گورنمنٹ کے وفادار ہیں۔ اور چاہے نہ کہیں۔ مذہبی آزادی تو ملی ہوئی ہے۔ اور باقی بھی ہر طرح کے آرام میسر ہیں۔ پھر گورنمنٹ کا کوئی بڑے سے بڑا احسان ایسا نہیں ہے۔ جو مسیح موعود کی خدمت کرنے کی وجہ سے ہم پر ہوا ہے۔ کوئی بڑے سے بڑا عہدہ۔ کوئی بڑے سے بڑا خطاب ایسا نہیں ہے۔ جو ہمارے لئے مسیح موعود کے خادم ہونے سے بڑھ کر عزت کا باعث ہوسکے۔ پھر کونسی ایسی چیز ہے۔ جو ہمیں خوشامد پر مائل کر سکتی ہے۔ نہیں کوئی بھی نہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اور حضرت مسیح موعود کا حکم ہے۔ کہ ہم گورنمنٹ کی وفاداری کریں۔ اور امن قایم رکھنے کے لئے گورنمنٹ کا ہاتھ بٹائیں۔ اگر گورنمنٹ ہماری ان باتوں کو خوشامدانہ رنگ میں سمجھے۔ تو یہ اس کی غلطی ہے۔ اور اگر کوئی اور ایسا سمجھتا ہے تو اس کی بھی غلطی ہے۔ ہمارا یہ ایمان ہے۔ اور اسلام ہمیں یہی سکھاتا ہے۔ کہ تم ایسا کرو۔ اس لئے ہم ایسا کرتے ہیں۔ اور ایک مسلمان اسوقت تک مسلمان ہی نہیں رہ سکتا۔ جب تک کہ وہ بغاوت کے کاموں سے حتیٰ کہ بغاوت کی باتوں سے دور نہ رہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہماری جماعت ایسی ہی ہے۔ اور یہی میرا منشاء ہے۔ لیکن تم اوروں کو بھی ایسا ہی بنانے کی کوشش کرو۔ کیونکہ اگر ان کی وجہ سے امن میں خلل واقعہ ہوگا۔ تو تمہیں بھی ویسا ہی نقصان پہنچے گا۔ جیسا کہ اوروں کو پہنچے گا۔

کئی باتیں ایسی ہوتی ہیں۔ کہ انسان منہ سے نکال دیتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ یہ اظہار رائے ہے۔ لیکن بعض ایسی باتیں نقصان دہ ثابت ہوتی ہیں۔ اس لئے تمہیں باتوں میں اور خیالات کے اظہار میں محتاط رہنا چاہیئے۔ جس وقت کوئی شخص احمدی ہوتا ہے۔ تو اس کو اپنے تمام پہلے خیالات قربان کرنے ہوتے ہیں۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود نے لکھا ہے۔ کہ سوائے میری جماعت کے اور کوئی جماعت گورنمنٹ کی وفادار نہیں رہیگی۔ سو یاد رکھو۔ کہ تمہارا کام باامن رہنا ہی نہیں۔ بلکہ ایسے خیالات اور باتیں جن کے اظہار سے گورنمنٹ کی کسی قسم کی سبکی ہوتی ہو۔ پرہیز کرنا بھی ہے۔ تم ایسی مجلسوں سے الگ رہو۔ جن میں گورنمنٹ کے خلاف باتیں ہوتی ہیں۔ ۱۹۰۷ء میں جب آریوں میں شورش ہوئی مجھے خوب یاد ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کا چہرہ اخبار میں یہ خبر پڑھ کر چمک اٹھا۔ اور آپ نے فرمایا۔ کہ ہماری پیشگوئی پوری ہو رہی ہے۔ کہ ان پر مصیبت آئی ہے۔ آج اگر حضرت مسیح موعود زندہ ہوتے۔ تو میں سمجھتا ہوں۔ کہ آپ ہر روز اشتہارات شائع کرتے۔ اور گورنمنٹ کی وفاداری کو بار بار دہراتے۔ گو اسوقت حضرت مسیح موعود ہم میں موجود نہیں ہیں۔ لیکن آپ کا فیصلہ موجود ہے۔ اور اس فیصلہ کے ہوتے ہوئے اور کسی کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ آپ حکماً و عدلاً تھے۔ اسوقت تم اپنے عمل سے ثابت کر دکھاؤ۔ کہ حضرت مسیح موعود نے جو کچھ کہا تھا۔ وہ ٹھیک ہے۔

مجھے اس بات کی بڑی خوشی ہوئی ہے۔ کہ باہر سے خط آئے ہیں۔ کہ آپ اعلان کیوں نہیں کرتے۔ مجھے معلوم ہے۔ کہ ہماری جماعت میں ایسے آدمی موجود ہیں جو چاہتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود کی کوئی بات رہ نہ جائے۔ اور مجھے یقین ہے۔ کہ تمہارے سب کے یہی خیالات ہوں گے۔ لیکن تم اپنے دلوں میں وہ نقشہ بنا لو۔ کہ اگر حضرت مسیح موعود اس وقت ہوتے۔ تو آپ جماعت کو کس طرح گورنمنٹ کی وفاداری سے آگاہ کرتے۔

اسوقت بعض شریر لوگ بعض واقعات کی وجہ سے ملک میں فساد ڈلوانے میں لگے ہوئے ہیں۔ ہماری جماعت کے لوگوں کو چاہیئے۔ کہ ایسے آدمیوں کو سمجھائیں۔ کہ تم اپنا ہی نقصان کر رہے ہو۔

تم گورنمنٹ کی وفاداری میں آگے بڑھ جاؤ۔ اس میں کوئی بھی شک نہیں ہے۔ کہ جو امن ہمیں اس گورنمنٹ کی وجہ سے میسر ہے۔ اور کسی جگہ نہیں ہے۔ اور اگر کسی میں ہوتا۔ تو حضرت مسیح موعود وہاں پیدا ہوتے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اور حضرت مسیح موعود نے کہا ہے۔ کہ اس گورنمنٹ کے بہترین ہونے کا یہی ثبوت ہے۔ کہ مجھے خدا تعالیٰ نے اسی میں پیدا کیا ہے۔ ورنہ اور جگہ پیدا کرتا۔ تاکہ اسلام آسانی سے پھیل سکتا۔ اس گورنمنٹ کے امن میں خلل ڈالنا گویا اشاعت اسلام کے کام کو روک دینا ہے۔ اب دیکھو کہاں تبلیغ ہو سکتی ہے ہمارے مبلغ سکتے ہیں۔ کہ جس سے بات کی جائے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ آج کل جنگ کے سوا اور کچھ نہیں سوجھتا۔ میرا ارادہ تھا۔ کہ مختلف جگہوں میں اور مبلغ بھیجوں۔ اور اگر جنگ نہ ہوتی۔ تو کئی جگہ حضرت مسیح موعود کا نام پہنچ جاتا۔ لیکن اب نہیں بھیجے جاسکتے۔ تو جسقدر امن زیادہ ہوگا۔ اسی قدر ہمارا سلسلہ ترقی کریگا۔ اس بات کو سمجھ کر ہر ایک احمدی کو چاہیئے۔ کہ وہ اپنے حلقہ اثر میں امن قایم رکھنے کی باتیں سناتا رہے۔ اور اس بات کی ہرگز پرواہ نہ کرے۔ کہ کوئی اسے خوشامدی کہتا ہے۔ ہماری غرض خوشامد نہیں۔ بلکہ حق کو پہنچانا ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ گورنمنٹ کے ہم پر احسان ہیں۔ پھر ہم اس کی قدر کیوں نہ کریں۔ کہ اگر کسی کو امن نہیں تو وہ حکومت چھوڑ کر چلا جائے۔ قرآن شریف سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ بغاوت اور مخالفت کی اسلام نے کبھی اجازت نہیں دی۔

اللہ تعالیٰ تمہیں ان باتوں کے سمجھنے کی توفیق دے اور تم دنیا کے امن سے فائدہ اٹھا کر حضرت مسیح موعود کا نام پھیلانے کے قابل ہو سکو۔ اور اللہ تعالیٰ کا جاہ و جلال اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور حضرت مسیح موعود کی صداقت تمام دنیا پر پھیل جائے۔

حضرت صاحبزادہ اولوالعزم خلیفۃ المسیح والمہدی مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف سے نوٹ

سُورۃ التکاثر رکوع اول

۷۔ جولائی ۱۹۱۴ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بہت سی نعمتیں انسان کے پاس ایسی ہوتی ہیں جو کہ اس کے لئے ہلاکت کا باعث ہو جاتی ہیں ایک بچہ آگ کے انگارے کو چمکتا ہوا دیکھ کر ہاتھ مارتا ہے اور چاہتا ہے کہ لے لوں لیکن اسے کیا معلوم کہ جس چیز کو وہ نعمت سمجھ رہا ہے وہی اس کی ہلاکت کا باعث ہو گی۔ بعض دفعہ ایسا ہوا ہے کہ بچے نے سانپ کو خوشنما اور چمکتا ہوا دیکھ کر جو پکڑ لیا تو اس نے اُسے کاٹ کھایا اور وہ مر گیا۔ مولانا روم نے ایک قصہ کو کیا لطیف لکھا ہے انہوں نے بہت سی معرفت اور حکمت کی باتیں قصوں کے پیرائے میں لکھی ہیں۔ لکھتے ہیں کہ ایک سپیرا تھا اس کو بڑی اعلیٰ قسم کا ایک سانپ مل گیا (سپیروں میں قاعدہ ہے کہ اگر کسی کو عجیب قسم کا سانپ مل جائے تو وہ بڑا خوش ہوتا ہے کیونکہ پھر اس کا تماشہ دوسروں سے زیادہ کامیاب ہوتا ہے) اس سپیرے کو خیال ہوا کہ مجھے اس سے بڑی آمدنی ہو گی۔ ایک دن اس کا وہ سانپ چرایا گیا اس وجہ سے وہ سپیرا بہت رویا اور خدا کے آگے دُعائیں اور آہ وزاری کی کہ خدایا میرا سانپ مجھے مل جائے وہ اسی آہ وزاری میں لگا ہوا تھا کہ کسی نے اس کو اطلاع دی کہ فلاں سپیرے کو ایک نئی قسم کے سانپ نے کاٹا ہے۔ وہاں چلو (یہی ان میں ایک رواج ہے کہ اگر کسی نئے سانپ کے کاٹنے سے کوئی مر جائے تو سب سپیرے اکٹھے ہو کر اس کو دیکھتے ہیں اور آئندہ اس کے علاج کی تلاش میں رہتے ہیں۔) وہاں جا کر اس نے دیکھا کہ اسی سانپ نے جس کے لئے وہ دعائیں کر رہا تھا اس کو کاٹا ہے اور وہ مر گیا ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس قسم کے سانپ کو ایک خاص موسم میں بہت زیادہ زہر پیدا ہوتا ہے۔ جس کا کوئی علاج معلوم نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کو بچا لیا لیکن وہ جو چرا کر لے گیا تھا وہ اس کے کاٹنے سے مر گیا اس لطیفہ سے یہ مراد ہے کہ بعض نعمتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر وہ نہ رہیں تو اچھا ہوتا ہے۔ اور جن نعمتوں کے لئے دُعائیں مانگی جائیں اور وہ میسر نہ ہوں تو اس میں کوئی بہتری ہی سمجھنی چاہیئے ۔

بعض چیزوں کو انسان اپنے لئے نعمتیں سمجھتا ہے۔ لیکن وہ اس کی تباہی کا باعث ہو جاتی ہیں۔ کسی کے ہاں بیٹا پیدا ہوتا ہے تو وہ بڑی خوشیاں کرتا ہے مگر یہ کسی کو پتہ نہیں ہوتا کہ یہ بڑا ہو کر ابو جہل نکلے گا یا فرعون۔ کئی ایک ایسے واقعات ہوئے ہیں کہ وہی بیٹا جو باپ نے بڑی امیدوں اور آرزوؤں کے پورا کرنے والا سمجھا ہوا تھا اس کی ہلاکت کا باعث ہوا ہے۔ اسی طرح انسان کے پاس بہت مال ہوتا ہے مگر بہت دفعہ ایسا ہوا ہے کہ اس کی خاطر چور آتا ہے اور مالک کی گردن اتار دیتا ہے۔ وہ مال سے خوش ہوتا ہے۔ لیکن وہی مال اس کی جان کے ضائع ہونے کا سبب بنتا ہے تو باوجود ان نظاروں کے دیکھنے کے بھی لوگ کہتے ہیں۔ کہ ہم بڑے مالدار ہیں۔ ہمارا بڑا جتھا ہے۔ اور پھر ان باتوں پر فخر کرتے ہیں۔ حضرت مسیحؑ کہتے ہیں کہ اونٹ سُوئی کے ناکے سے گذر سکتا ہے۔ لیکن دولتمند کا خدا کی بادشاہت میں ٹھکانا نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے وہ بہت ہی درست ہے آپ فرماتے ہیں۔ غرباء اُمراء سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے تو معلوم ہوا کہ انبیاء کی تعلیم سے دولتمند لوگ اپنے مال و اموال کے گھمنڈ کی وجہ سے بہت کم نفع حاصل کرتے ہیں ۔

اَلۡهٰىكُمُ التَّكَاثُرُۙ اللہ تعالیٰ اُمراء کی نسبت فرماتا ہے کہ تمہیں تو اموال نے کسی اور بات میں مشغول کر دیا تم ایک دوسرے سے کثرت کا مقابلہ کرتے ہو اور چاہتے ہو کہ میرا مال دولت۔ خادم لشکر۔ دوست دوسروں سے زیادہ ہوں۔ تم انہی باتوں میں لگے ہوئے ہو۔ اور اس حقیقی بات سے جس کے لئے انسان بنایا گیا ہے۔ غافل ہو گئے ہو ۔

تکاثر۔ ایک دوسرے سے مال میں بڑھنے یا تعداد میں غلبہ پانے یا عزت میں یا جھگڑے میں یا کسی اور رنگ میں ایک دوسرے سے بڑھنے کو کہتے ہیں ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے اُمراء تم اور باتوں میں مشغول ہو گئے ہو۔ اور تم اصل بات سے غافل ہو گئے ہو۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ واعلموا انما اموالکم و اولادکم فتنۃ۔ و ان اللہ عندہ اجر عظیم۔ کہ مال و اولاد تو کھرے اور کھوٹے میں فرق کرنے کے لئے تمہیں ملے تھے۔ اور یہ تو کافروں فاسقوں اور بدکاروں حتے کہ دہریوں کو بھی ملتے ہیں تو اس سے تمہیں یہ نتیجہ نکالنا چاہیئے تھا کہ رب ایسا عظیم الشان ہے جو کہ رسولوں کے منکروں کو اور ان کو بھی جو اس کو گالیاں نکالتے ہیں۔ اسقدر مال و اموال دیتا ہے تو اس سے پتہ لگتا ہے کہ خدا کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔ جب وہ کفار کو اتنا کچھ دیتا ہے تو جو مومن ہو گا اس کو کس قدر دیگا۔ وہ شخص جو راستہ چلتے ہوئے مسافروں اور سائلوں کو روپیہ دیتا ہے وہ اپنے خدمتگاروں کو کیا کچھ نہ دیتا ہو گا۔ تو جب اللہ تعالیٰ اپنے سے محبت نہ کرنے والوں کو اسقدر دیتا ہے تو جو اس سے محبت کریگا۔ اس کو تو بہت دیگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بجائے اس کے کہ اُمراء غور و فکر سے کام لے کر ہماری طرف متوجہ ہوتے وہ ان اموال کے باعث جو انکو خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ کرنے

کر لئے دیئے گئے تھے ۔ اور یہی غافل ہوتے ہیں اور نیکی اور تقوےٰ میں ترقی کرنے کی بجائے اموال و امتعہ میں ایک دوسرے سے بڑھنا چاہتے ہیں ؂

حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ — پھر یہ ایک دن کی بات نہیں وہ دن کی نہیں۔ مرتے تک اسی میں لگے رہتے ہیں ؂

كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ — تم بڑی غلطیوں میں پڑے ہوئے ہو جن باتوں میں تم پڑے ہوئے ہو۔ ان کا انجام ٹھیک نہیں ہوگا جلدی ہی تمہیں پتہ لگ جائے گا کہ تمہاری زندگی کا مقصد مال اور اولاد میں ترقی کرنا نہ تھا

ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ — پھر ہم کہتے ہیں کہ تم غلطی پر ہو اور تمہیں جلدی ہی پتہ لگ جائے گا کہ انسان کی دنیا میں آنے کی غرض وہ نہیں جو تم نے سمجھی ہے ؂

كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝ — ہرگز یوں نہیں۔ اگر تم کو کم از کم علم الیقین ہو جائے تو تمہیں معلوم ہو جائے کہ تمہارا انجام کیسا خطرناک ہے۔ اور تم کبھی اس طرح اپنے اموال و اولاد کے متعلق فخر و مباہاۃ میں مشغول نہ ہو بلکہ نیکی اور تقویٰ میں لگے رہو ؂

لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۝ — البتہ تم ضرور دیکھو گے دوزخ کو۔ اور پھر اسے دیکھو گے عین الیقین سے۔ یعنی عین اس کے سامنے جاکر کھڑے کروائے جاؤ گے کہ اس کے وجود میں کوئی شک نہ رہے گا ؂

ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝ — پھر تم اس دن تمام نعمتوں کے متعلق پوچھے جاؤ گے یعنے اس دن تم سے دریافت کیا جائیگا کہ ان انعامات کی جو ہم نے تم پر کئے تھے کیا قدر کی ؂

سُوْرَةُ الْعَصْرِ

رکوع اوّل

مورخہ ۹- جولائی ۳۱ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

دنیا میں مختلف لوگ مختلف علوم کی دریافت میں لگے رہتے ہیں اور ایک گروہ تو ایسا بھی ہے جو اشیاء کے حقائق دریافت کرنے کے لئے اپنا سارا وقت خرچ کر دیتا ہے یہ لوگ جس قدر دنیا کی اشیاء پر غور کرتے ہیں اتنے ہی باریک در باریک عجائبات پر مطلع ہوتے ہیں۔ تحقیق تدقیق کے متعلق بڑی بڑی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اور اس علم کے مختلف شعبے بن گئے ہیں۔ دوسرا ایک گروہ فلاسفروں کا ہوتا ہے یہ بھی دنیا کی اشیاء پر غور کرتا ہے۔ اور خصوصاً ہر ایک چیز کی حکمت دریافت کرنے کی طرف ان کی بہت توجہ ہوتی ہے اور وہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ فلاں چیز کی کیا حکمت ہے۔ اسی لئے انبیاء اور ان کا مقابلہ ہوتا ہے۔ کیونکہ انبیاء کا کام بھی یعلمہم الکتاب والحکمۃ ہوتا ہے۔ ان کو تو خدا تعالیٰ چیزوں کی حکمت اور حقیقت سکھاتا ہے لیکن فلاسفر اپنے فہم اور عقل سے حکمتیں دریافت کرتے ہیں ؂

ایک مدت مدید تک لوگوں نے غور کرکے یہ مسئلہ دریافت کیا ہے کہ دنیا ایک بڑا میدان جنگ ہے جس میں ہر ایک چیز دوسری چیز کو تباہ کرکے خود غالب ہونا چاہتی ہے۔ ایک قوم۔ ایک نسل ایک جنس اور ایک قسم دوسری کو تباہ کرتی اور اس کی جگہ خود لینا چاہتی ہے۔ اس کارزار سے جو انسان یا ہستیاں غافل ہوتی ہیں وہ بڑے خطرناک طور پر گرتی ہیں۔ جن کے لئے پھر اٹھنا کوئی آسان کام نہیں ہوتا۔ گو بظاہر انسانوں کو اس دنیا میں کوئی جنگ کوئی لڑائی اور کوئی مقابلہ معلوم نہیں ہوتا مگر درحقیقت بڑی بھاری جنگ شروع ہے۔ خود انسان اگر اپنے نفس میں غور کرے تو اسے اس جنگ و جدل کا منظر نظر آجائے گا۔ انسان کے اندر بعض ایسے اجرام ہیں جو کہ خون کو پاک و صاف کرنے کے لئے دوسرے اجرام پر حملہ کرتے اور ان کو تباہ کر دیتے ہیں۔ انسان بیچارہ کہیں مزدوری کر رہا ہے کہیں پڑھائی میں مشغول ہوتا ہے۔ کہیں پڑھا رہا ہوتا ہے۔ کہیں سیر و تفریح کے لئے ٹہل رہا ہوتا ہے کہیں بستر پر سو رہا ہوتا ہے۔ مگر اس کے اندر ایک عظیم الشان جنگ جاری ہوتی ہے اور کشت و خون کا میدان گرم ہوتا ہے۔ اسی طرح انسان کی زندگی کا دار و مدار بہت سے جانداروں کے ہلاک کرنے پر ہے اور بہت سے جاندار اس کو مارتے ہیں۔ اور بڑے بڑے جانور ہی اس کی تخریب کے پیچھے نہیں لگے رہتے۔ بلکہ باریک در باریک کیڑے بھی اس کے پیچھے لگے رہتے ہیں۔ مثلاً طاعون کے کیڑے ہیں۔ انسان ان پر غالب آنے کے لئے گندھک اور دیگر ادویات جلاتا ہے۔ لیکن جہاں ان کا بس چلتا ہے وہ غالب آجاتے ہیں۔ غرضیکہ جہان میں ایک عجیب جنگ و جدل کا سلسلہ جاری ہے۔ وہی انسان دنیا میں دوسری چیزوں پر غالب آسکتا ہے۔ جس میں وہ صفات ہوں جو کہ قرآن شریف نے بیان فرمائی ہیں ؂

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۝ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ — اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ زمانے کو ہم شہادت کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ اور زمانے کی قسم کھاتے ہیں کہ انسان گھاٹے میں چلا جا رہا ہے۔ مگر ایک انسان ہے۔ وہ گھاٹے میں نہیں ہے۔ عام طور پر تو انسان تباہ ہو رہے ہیں۔ لیکن ایک ایسے بھی ہیں جو کہ تباہ نہیں ہوتے پس تباہی اور ہلاکت سے بچنے کے لئے یہ صفات ہونی چاہئیں۔ کہ لوگ پہلے ایمان لے آویں پھر وہ ایسے اعمال کریں۔ جو واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کے کرنے کے لئے مقرر کئے ہیں یعنے وہ ذرائع بہم پہنچائیں جن کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ نے کامیابی رکھی ہے۔ ورنہ یوں وہ خواہ کتنی کوشش کریگا۔ کامیاب نہیں ہو سکیگا۔ مثلاً ایک کلرک سارا دن دفتر سے باہر جاکر ایپنٹین ڈھونڈتا رہے۔ اور شام کو آکر ہیڈ کلرک کو کہے کہ میں نے بڑی محنت کی ہے۔ مجھے انعام ملنا چاہیئے تو وہ کہے گا کہ تم تو دفتر سے غیر حاضر رہے ہو اسلئے تم پر جرمانہ ہونا چاہیئے۔ غرض وہی انسان کامیاب ہو سکتا ہے جو اعمال کرے۔ اور اعمال

ان قاعدوں کے مطابق کرے جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کئے ہیں۔ پھران سے ہی کامیابی نہیں ہو سکتی۔ ایک اور بھی بات ہے۔ اور وہ یہ کہ ایک دوسرے سے اللہ تعالیٰ نے باریک تعلقات رکھے ہوئے ہیں۔ اس لئے جب تک ایک آدمی دوسرے کی مدد نہیں کرتا وہ خود بھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ ہر ایک انسان کی ترقی اسی وقت ہوتی ہے جبکہ اس کی قوم آگے بڑھے وہ شخص کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ جس کی قوم ذلیل اور خوار ہو۔ بعض لوگ آپس میں بیٹھے ہوئے ایک دوسرے سے بڑے گندے مخول کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم لنگوٹے یار ہیں۔ اسلئے ہمیں ایکدوسرے کی عزت کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن یہ بہت ہی فضول بات ہے۔ کیا اگر ایک دوست اپنے دوست کی عزت نہیں کریگا تو دشمن اسکی عزت کرینگے ؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ جو لوگ ہمارے مقرر کردہ قوانین پر چلتے ہیں۔ پھر وہ ایک دوسرے کو حق اور سچی بات کی طرف بُلاتے ہیں۔ اور خدا کے مقرر کردہ قواعد سکھاتے ہیں وہ ہر ایک گھاٹے سے محفوظ رہتے ہیں ؛

اس سورۃ میں حق کو ایمان کے مقابلہ میں رکھا ہے۔ اور صبر کو عمل کے مقابلہ میں۔ پس حق سے مُراد ایمان ہے۔ اور صبر کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے احکام پر قائم رہنا۔ اور مطلب یہ ہے کہ جب ساری قوم خدا تعالیٰ کے احکام پر قائم ہوتی ہے تب وہ کامیاب ہو جاتی ہے۔ اور جو قومیں عمل نہیں کرتیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتیں۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے دنیوی ترقی کے لئے چار باتیں بیان فرمائی ہیں (۱) اوّل ان باتوں کو دریافت کیا جائے۔ جن کے ذریعہ کامیابی مقدر ہوتی ہے۔ (۲) پھر اسے ان پر یقین حاصل ہو (۳) ان پر عمل کرے (۴) اپنے ساتھیوں کو بھی ان پر عمل کرنا سکھائے۔ ان کے سوا کبھی کسی قوم کو کامیابی نہیں ہو سکتی۔ یہی چار باتیں رُوحانی ترقی کا موجب ہوتی ہیں۔ اوّل یہ کہ رُوحانی احکام سے واقف ہو۔ پھر ان پر عمل کرے۔ اور پورے طور پر عمل کرے (بعض لوگ عمل کرنے میں ٹھوکریں کھا جاتے ہیں۔ اگر نمازیں پڑھنی شروع کرتے ہیں تو بس نمازوں میں ہی لگے رہتے ہیں۔ اور کسی چیز سے تعلق نہیں رکھتے۔ ایک شخص کی شکایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش کیگئی۔ کہ یہ دن کو تو روزہ رکھتے ہیں اور رات کو عبادت کرتے رہتے ہیں تو آپنے فرمایا کہ تم پر تمہاری بیوی کا بھی حق ہے۔ تمہارے نفس کا بھی حق ہے۔ اسلئے ان کے حقوق کو بھی ادا کیا کرو۔ کچھ رات عبادت کیا کرو اور کچھ رات سو جایا کرو ایک دن روزہ رکھا کرو۔ اور ایک دن نہ رکھا کرو ؛

دراصل نیک اعمال وہی ہوتے ہیں جو کہ شریعت کے ماتحت کئے جاتے ہیں (۳) پھر وہ ایک دوسرے کو ایمان پر قائم رہنے کی نصیحت کریں حق کے معنے ایمان کے ہیں (۴) اپنے ساتھیوں کو نیک اعمال کرنا سکھائیں۔ یہ چار باتیں ہیں۔ جن کے سوا کوئی قوم نہ دنیا میں اور نہ دین میں ترقی کر سکتی ہے ؛

دوسری جگہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولئک ھم المفلحون۔ تم سے ایک جماعت ہونی چاہیئے۔ جو اسلام کی طرف لوگوں کو بُلائے۔ اور برائیوں سے ان کو منع کرے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو کہ کامیاب ہوں گے ؛

وتواصوا بالصبر۔ کی بھی بڑی ضرورت ہے۔ وہ قوم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی جس کے افراد مضبوط اور طاقتور نہ ہوں۔ اور وہ انسان کبھی ترقی نہیں کر سکتے۔ جن کے ساتھی کمزور ہوں۔ مثلاً اگر ایک شخص کے گھر کے پاس دوسرے گھر میں آگ لگی ہوئی ہو۔ اور وہ اس لئے چپکا بیٹھا ہے کہ میرے گھر تو آگ نہیں لگی۔ تو کیا اس کا گھر بچ رہے گا۔ ہرگز نہیں۔ وہ بھی اس کے ساتھ ہی جل جائے گا۔ اسی طرح وہ انسان جو کہتے ہیں کہ ہم نیک ہیں دوسروں کو نیک باتیں سکھانے کی ہمیں کیا ضرورت ہے۔ ایسے لوگ جب مر جاتے ہیں تو ناپاک لوگ ان کی اولاد کو تباہ کر دیتے ہیں۔ اس لئے چاہیئے کہ جس میں بھی کوئی نقص ہو۔ اس کے دُور کرنے کی کوشش کی جائے ؛

سُورۃ الھمزۃ رکوع اوّل

۱۴ - جولائی سنہ ۱۹۱۴ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بہت سے لوگ اپنی بڑائی دوسرے کی حقارت میں دیکھتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایسا پیدا کیا ہے کہ بغیر دوسرے کی ذلّت اور حقارت کے بھی یہ عزت حاصل کر سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس قدر مختلف طبائع پیدا کی ہیں کہ ہر ایک کے لئے ترقی کے لئے الگ راستہ کھلا ہُوا ہے۔ اور کروڑوں کروڑ ترقی کے راستے ہیں۔ ہر انسان دوسرے سے مختلف عادات۔ مختلف قوٰے اور مختلف خیالات رکھتا ہے۔ ایک آدمی ایسا ہوتا ہے کہ اس کو نجاری سے تعلق ہوتا۔ دوسرا ایسا ہوتا ہے جو آہن گری کو پسند کرتا ہے۔ تیسرا مصوّر۔ چوتھا معمار۔ پانچواں انجنیئر۔ پھر کوئی ڈاکٹر ہوتا ہے کوئی قانون دان۔ کوئی فلسفہ کا دلدادہ ہوتا ہے۔ اور کوئی تاریخ کا شائق۔ تو دنیا میں اس قدر علوم اور طبائع کا اختلاف ہے کہ ہر طرف ترقی کا راستہ کھلا ہے۔ اور کوئی آدمی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرے لئے ترقی کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں یا میرے لئے ترقی کے اسباب نہیں۔ حتّٰی کہ شریر انسان شرارت میں ہی ترقی کرتے رہتے ہیں۔ اور نئی نئی باتیں اپنی آسانیوں کے لئے نکالتے رہتے ہیں۔ میںنے ولایت کے ایک اخبار میں پڑھا تھا کہ ایک چور اس طرح چوری کرتا کہ پادریوں کا لباس پہن لیتا۔ اور اپنے ساتھ تکیہ کا غلاف رکھتا۔ پادریانہ لباس میں وہ کسی کے گھر گھس جاتا۔ اور نہایت آرام اور اطمینان سے کوئی چیز اُٹھا کر بھاگ آتا اور دروازے سے باہر آکر اس غلاف میں وہ چیز ڈالکر سرہانے رکھ کر لیٹ جاتا۔ لوگ چور کو پکڑنے کے لئے آتے۔ لیکن جب اس کو اس ہیئت میں سویا ہوا دیکھتے تو آگے پیچھے تلاش کر کے خاموش ہو رہتے ؛

یہاں ہندوستان میں بھی چور ایسی ایسی چالاکیاں کرتے ہیں کہ سنکر تعجب آتا ہے۔ ایک دفعہ میں نے ایک سب انسپکٹر دوست سے پوچھا کہ مقدمات کے متعلق کوئی نئی

بات بتاؤ۔ تو اس نے یہ واقعہ سنایا کہ تھوڑے ہی دن ہوئے ہیں کہ ایک مقدمہ میں چند آدمی پکڑے گئے ہیں۔ انھوں نے یہ شرارت کی تھی۔ کہ گھی والے پیپوں میں پانی بھر کر اور اوپر سے بند کر کے ایک دوکان پر لے گئے۔ اور دوکان والے سے کچھ سودا لیا۔ اور دکھانے کے بہانے سے وہاں سے چلے گئے۔ دوکاندار گھی کے پیپوں کی وجہ سے خاموش ہو رہا۔ کہ کئی سو روپے کا سامان ان کا میرے پاس پڑا ہے۔ مگر جب وہ نہ لوٹے تو ان پیپوں کو دیکھا تو ان میں پانی نکلا ؏

تو شریر لوگوں کے لئے شرارتوں میں ترقی کرنے کے راستے ہیں اور نیکوں کے لئے نیک کاموں میں ترقی کرنے کے بڑے موقع ہیں۔ دیکھو کتنے نیکو کار اور خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندے گذرے ہیں۔ اور ہر قوم میں گذرے ہیں۔ لاکھوں اور کروڑوں ہی ہوں گے۔ پھر ان کے ماتحت اور ان سے فیض یافتہ بھی بڑے بڑے بزرگ ہوئے ہیں۔ جن کا خدا تعالیٰ کے حضور بڑا درجہ تھا۔ لیکن ان میں سے یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ میں نے اتنا درجہ حاصل کر لیا ہے۔ جو اور کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ خدا کے حضور ہر ایک یہی سمجھتا ہے کہ میرا ہی زیادہ درجہ ہے۔ اور مجھ سے ہی خدا تعالیٰ کا خاص سلوک ہے۔ حضرت مسیح موعود ؑ سے ملنے والے لوگوں سے پوچھو۔ کہ حضرت صاحب کا کس سے زیادہ تعلق ہوتا تھا تو ہر ایک یہی کہے گا کہ مجھ سے سب سے زیادہ تعلق رکھتے تھے۔ تو جب انبیاء ہر ایک سے ایسا سلوک کر سکتے ہیں جس سے وہ یہ سمجھے۔ کہ مجھ سے ہی سب سے زیادہ تعلق ہے تو خدا تعالیٰ کی شان تو بہت اعلیٰ ہے۔ اس لئے اس کے ساتھ تعلق رکھنے والے کبھی اس بات سے نہیں گھبراتے۔ اور نہ ان کے وہم و گمان میں یہ بات آسکتی ہے کہ فلاں ہم سے درجہ میں بڑھ گیا۔ اس لئے ہماری ترقی کا راستہ بند ہو گیا۔ اور ہمارے لئے بڑھنے کا کوئی درجہ نہیں رہا۔ خدا تعالیٰ کے حضور بڑھنے والوں کے لئے کبھی مدارج ختم نہیں ہوتے۔ اور نہ اور کسی کا درجہ حاصل کرنا دوسروں کے لئے روک کا باعث ہو سکتا ہے۔ پھر بڑا تعجب ہے کہ ایسی وسعت اور فراخی کے باوجود بھی انسان یہ سمجھے کہ جب تک دوسروں کو ذلیل نہ کیا جائے۔ اس وقت تک ترقی نہیں ہو سکتی۔ یہی تنگ خیالی جن قوموں میں آئی۔ اور انہوں نے یہ سمجھا کہ دوسروں کے ذلیل کرنے میں ہماری عزت ہے۔ ان کی حکومتیں بڑی جابرانہ ہوئی ہیں۔ مگر اسلام اس خدا کی طرف سے ہے جو ذی المعارج ہے۔ اور اس کے پاس بڑے بڑے مدارج ہیں۔ اس لئے اس نے انسانوں کو بڑی حریت سکھائی ہے۔ اور جہاں تک انتظام کے قائم رکھنے کے لئے پابندی کی ضرورت تھی۔ اسی قدر قواعد کا اس کو پابند کیا ہے زیادہ نہیں۔ اسلام نے سب سے پہلے اور سب سے بڑی حریت تو یہ سکھائی ہے۔ کہ لوگ بعض انسانوں کو خدا سمجھے بیٹھے تھے۔ ان سب کو ان الذین تدعون من دون اللہ عباد امثالکم کہہ کر گرا دیا کہ وہ بھی تمہاری طرح کے بندے ہی ہیں۔ انسانیت کے لحاظ سے ان میں اور تم میں کوئی فرق نہیں۔ یورپ حریت کا بڑا دم بھرتا ہے۔ لیکن ہمارے جیسے ایک بندے کو انہوں نے خدائی کا درجہ دے رکھا ہے۔ اور اس کی ماں کو بھی خدا کہتے ہیں۔ لیکن اسلام نے اس کے مقابلہ میں یہ حریت سکھائی ہے کہ اس انسان کو جس کو عیسائی خدا کہتے ہیں۔ زمین میں مدفون شدہ بتا کر ثابت کیا ہے کہ انسانوں سے بڑھ کر اس میں کوئی ایسی صفات نہیں۔ جس کی وجہ سے اس کو خدائی کا درجہ دے سکیں اور اس کی ماں بھی دوسری عورتوں کی طرح ہی کھاتی پیتی اور اسی دنیا میں رہتی تھی۔ اور یہیں فوت بھی ہوئی وہ کس طرح خدا بن سکتی ہے۔ پس اسی کا اصلی نام حریت اور مساوات ہے ؏

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۙ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ ۙ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہلاکت ہے اور سخت عذاب ہے۔ اس شخص کے لئے۔ جو ہمزہ اور لمزہ بنتا ہے ؏

لوگ عزت حاصل کرنے کے لئے دوسروں کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں۔ اور ان پر بڑے بڑے اعتراض کرتے ہیں تاکہ دوسروں کی عزت کم ہو جائے۔ اور وہ خود ترقی کر جائیں۔ اور بڑے آدمی بن جائیں۔ عیسائی حضرت مسیح کی سب انبیاء سے زیادہ بڑائی ثابت کرنے کے لئے یہ کہتے ہیں کہ پہلے نبیوں کے ذمے برائیاں لگانی شروع کر دیتے ہیں۔ فلاں نبی نے یہ کہا ہے اور فلاں نے یہ کیا ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ مسیح سب سے افضل ہے۔ لیکن یہ بات نہایت مکروہ ہے کہ انسان دوسروں کو گندہ کہہ کر خود پاک اور بڑا بننے کی کوشش کرے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسا آدمی ہلاک اور ذلیل ہو جاتا ہے۔ اور کبھی بڑا نہیں بن سکتا ؏

دنیا میں بہت لوگ ایسے ہوتے ہیں جو کہ دوسروں کو ذلیل کر کے خود بڑا بننا چاہتے ہیں حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ ایک راجہ نے ایک افسر کو ملازموں کے ذمے جو بقائے تھے ان کے وصول کرنے اور تلاش کرنے پر مقرر کیا وہ راجہ کو ہر روز آکر کہتا۔ کہ فلاں شخص بڑا نمک حرام ہے وہ اتنا روپیہ کھا گیا ہے۔ راجہ اس کی بڑی قدر کرتا اور عزت کی نگاہوں سے اس کو دیکھتا۔ فرمانے لگے۔ میں نے اس کو نصیحت کی کہ تم اپنے کام سے کام رکھو اور لوگوں کی عیب چینی نہ کیا کرو۔ اس کا تمہیں کیا فائدہ ہے تو اس نے حقارت سے جواب دیا کہ تم آخر مولوی ہی ہو۔ کونسی عزت تم نے حاصل کر لی ہے۔ میں راجہ صاحب کا چوتھا بیٹا ہوں۔ تین بیٹے تو اور ہیں لیکن چوتھا میں ہوں۔ کچھ عرصہ کے بعد ایسا اتفاق ہوا کہ چونکہ لوگوں کے دل تو اس سے دکھے ہوئے ہی تھے۔ ایک دن کسی نے موقع پا کر راجہ کو ایسی بات سنا دی کہ وہ کچھ ناراض ہو گئے تو جب باقیوں نے راجہ کو غصہ میں دیکھا تو سب نے باتیں سنانی شروع کر دیں جن سے راجہ کا غصہ بہت بڑھتا گیا۔ آخر اتنا غصہ آیا کہ کہا کہ کوئی ہے جو کہ اس کو جوتیاں مارے۔ فوراً ایک آدمی نے اٹھ کر کیلوں والا جوتا لیکر مارنا شروع کر دیا۔ اور بھری مجلس میں اس کو پیٹا گیا۔ جب وہاں سے اس کی خلاصی ہوئی اور باہر نکلا تو میں نے پوچھا۔ سناؤ کیا ہوا۔ وہ ماتھے پر ہاتھ مار کر کہنے لگا کہ میری قسمت۔ تو وہ انسان جھوٹا ہے۔ جو یہ سمجھتا ہے۔ کہ دوسروں کو ذلیل کر کے میں عزت حاصل کر لوں گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسا انسان ذلیل اور ہلاک ہو جاتا ہے۔ اور اس کو کبھی کامیابی نصیب نہیں ہو سکتی۔ ابھی دیکھ لو چند دنوں کی بات ہے کہ باوجود اس کے کہ ہماری طرف سے ابتداء نہیں ہوئی تھی۔ ایک شخص نے خیال کیا کہ عزت حاصل کرنے کا یہی طریق ہے کہ مجھ پر حملے کرے۔ اس لئے جھٹ اس نے ایک ٹریکٹ چھاپا اور لکھ دیا کہ یہ متقی نہیں ہو سکتا۔ اس نے